بیادِ امامِ اہلِ سنت مجددِ ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز

سہ ماہی ممبئی

افکار رضا

"قرآن کو سمجھنے کیلئے صرف عربی زبان، صرف و نحو، علم معانی، بیان، بدیع وغیرہ علوم میں مہارت کافی نہیں، تفسیر و حدیث، عقائد کلام اور تاریخ و سیرت کا وسیع مطالعہ ہی کافی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور صاحبِ قرآن ﷺ سے صحیح ایمانی اور روحانی تعلق بھی ضروری ہے۔
اردو ترجمہ نگاروں میں امام احمد رضا ممتاز ترین مقام پر فائز ہیں۔ وہ عارف باللہ بھی تھے اور صبغۃ اللہ سے مزین بھی، ساتھ ہی آپ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیبِ اکرم ﷺ کی محبت میں فدا تھے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کے توسط سے ان کے دل پر فیوضِ الٰہیہ کی بارش ہوتی تھی۔ اسی لئے انہوں نے قرآن پاک کا بے مثال اردو ترجمہ "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن" کے نام سے کیا۔ مخالفین کی سازشوں کی بناء پر بعض ممالک میں اس ترجمہ پر پابندی عائد کی گئی، لیکن (بحمد اللہ) اس کی خداداد مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اس کی مانگ سب تراجم سے زیادہ ہے۔

علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری، لاہور، پاکستان

تحریک فکر رضا

۱۶۷، ڈم ٹمکر روڈ، ناگپاڑہ، ممبئی۔ ۴۰۰۰۰۸ (انڈیا)

بشکریہ جناب خلیل احمد رانا صاحب

R.N.I. REGISTRATION NO. : 71248/99

پیشکش:۔ محمد احمد ترازی

برصغیر میں فکرِ امام احمد رضا کا باوقار جریدہ

سہ ماہی ممبئی

افکارِ رضا

جولائی تا دسمبر ۲۰۰۰ء

جلد ۶ شمارہ ۳۔۴ (مشترکہ شمارہ)

ربیع الآخر تا رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ

مدیر: محمد زبیر قادری

منیجر: محمد اسحٰق برکاتی

رابطہ کا پتہ: Address :

Tehreek-e-Fikr-e-Reza

167, Dimtimkar Road, Nagpada,

Mumbai - 400 008. INDIA

TEL: 377 35 41

Distributed in Pakistan By:

Markazai Majlis-e-Riza

P.o.Box: 2206, Lahore, Pakistan

Distributed in England By;

THE ISLAMIC TIMES

C/o. 138, Northgate Road,

Edgeley, Stockport, SK3 9NL

ENGLAND

فہرست

email: zubairqadri@india.com

پرنٹر پبلشر: محمد اسحٰق محمد عمر نے پرنٹ ٹاپ پرنٹنگ پریس 18، شنکر بلڈنگ، ناگپاڑہ، ممبئی۔ 008 400 سے چھپوا کر دفتر 167، ڈمٹمکر روڈ، ناگپاڑہ، ممبئی۔ 008 400 سے شائع کیا۔

اداریہ　　اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحم والا　　محمد زبیر قادری

فکرِ رضا انٹرنیٹ پر

عصر حاضر میں امام احمد رضا کی عالمی اہمیت کیا ہے اس بات کو اہل سنت وجماعت کے تمام ہی ارباب علم ودانش تسلیم کرتے ہیں۔ موجودہ دور میں امام احمد رضا ہی حق وباطل میں امتیاز کی نشانی تسلیم کیے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اہل سنت وجماعت کے وہ حلقے جو امام احمد رضا سے اختلاف رکھتے ہیں اور ان کی اہمیت و عبقریت سے انکار کرتے ہیں، باطل فرقوں کے سامنے خود کو امام احمد رضا کا ہم مسلک کہلانے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور وہ بھی بریلوی ہی کہلاتے ہیں۔

امام احمد رضا کی اہمیت کے پیش نظر ہم ان کے مشن کو آگے بڑھانے میں کچھ تو سازشوں کے شکار ہوگئے اور کچھ تساہلی سے بھی کام لیا جس کی وجہ سے ہمارے بے شمار افراد مخالفین کی جماعتوں میں چلے گئے۔ صحیح معنوں میں امام احمد رضا پر گزشتہ ۳۰ برس پہلے کام شروع ہوا اور اب جا کر اس نے عروج پایا ہے۔ اس وقت مشرق تا مغرب، شمال تا جنوب بے شمار افراد و ادارے امام احمد رضا کے افکار و نظریات کی ترجمانی اور فروغ میں لگے ہوئے ہیں۔ بہت سے افراد عالمی سطح کی جامعات میں ان پر تحقیقی کام کر کے ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سندیں حاصل کر چکے ہیں اور اس وقت بھی دنیا کی مختلف یونیورسٹیوں میں بے شمار افراد امام احمد رضا پر تحقیقی کام میں جٹے ہوئے ہیں۔ حال ہی میں عالمی شہرت یافتہ جامعہ ازہر، مصر میں امام احمد رضا کا تعارف ہوا اور ان پر تحقیقی کام شروع کیا گیا تو جامعہ ازہر کے اساتذہ کے اذہان بھی روشن ہوگئے جو کہ باطل کی پیدا کردہ گمراہیوں سے تاریکی میں آگئے تھے۔ انھیں بھی امام احمد رضا کی عبقریت کو تسلیم کرنا ہی پڑا اور بالآخر وہاں کے جید علماء کرام نے امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن، کنزالایمان کو مستند اور عقائد اہلسنت کے مطابق ہونے کا سرٹیفکیٹ دیدیا۔

وقت کے ساتھ ساتھ ہم نے ذرائع ابلاغ کے ہر ذریعہ سے امام احمد رضا کے مسلک یعنی مسلکِ اہلسنت کے افکار و نظریات کو عام کرنے کی ہر ممکن کوشش کی اور اس میں بہت حد تک کامیاب بھی رہے اور ضرورت ہے کہ ہم دورِ جدید کے جدید وسائل کو اپناتے ہوئے مسلک اہلسنت کی ترویج واشاعت کا کام کرتے رہیں۔ انٹرنیٹ، موجودہ صدی کی ایک عظیم انقلابی ایجاد ہے جس کے متعارف ہوتے ہی ہر

شخص ڈاٹ کام (dot com) میں الجھا ہوا نظر آتا ہے۔ انٹرنیٹ سے اطلاعاتی ٹکنالوجی (Information Technology) کا آغاز ہوا ہے۔ جس کے ذریعہ سے پل بھر میں ہر طرح کی خبریں (تحریر، تصویر یا آواز کی صورت میں) پوری دنیا تک پہنچانے کیلئے یہ ایجاد بہت کارآمد ثابت ہو رہی ہے۔ لیکن دشمنانِ اسلام جو کہ مسلسل اسلام کی جڑیں کمزور کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ انٹرنیٹ پر بھی جب دشمنِ اسلام کے تعارف کا وقت آیا تو انھوں نے سب سے پہلے منکرینِ ختم نبوت، قادیانی جماعت کو اسلام کے تعارف کیلئے کھڑا کر دیا۔ پھر رفتہ رفتہ دیگر باطل فرقوں نے بھی انٹرنیٹ کی دنیا میں قدم رکھا اور اپنے مذموم مقاصد کے فروغ میں کوشاں ہو گئے۔ لیکن بہت جلد ہی ہمارے اہلسنت و جماعت کے حساس اور باشعور افراد نے بیداری کا ثبوت دیتے ہوئے اپنی توجہ اس طرف مبذول کر دی۔ اور انھوں نے انٹرنیٹ پر سنیت کے فروغ کا کام شروع کر دیا۔

اس وقت انٹرنیٹ پر اہلسنت و جماعت کی ترجمانی کیلئے کئی سائٹس (sites) بنا دی گئی ہیں۔ جن میں سے چند ایک کا مختصر تعارف یہاں پیش کیا جا رہا ہے۔

/www.raza.co.za امام احمد رضا اکیڈمی (ساؤتھ افریقہ) کی سائٹ

امام احمد رضا کے نام پر یہ پہلی سائٹ ہے جو کہ بیچ میں کچھ عرصہ کیلئے بند ہو گئی تھی۔ اس میں رضا اکیڈمی کا دوماہی انگریزی رسالہ "رضا" raza news letter انگریزی داں قارئین کیلئے بہت مفید ہے۔ نئے شماروں کے ساتھ آپ سابقہ شمارے بھی پڑھ سکتے ہیں یا چاہیں تو اپنے کمپیوٹر پر منتقل کر کے شائع بھی کر سکتے ہیں۔ یہ عالمی سطح پر رضویات کی اشاعت کا بہترین ذریعہ ہے۔ یہاں آپ علمائے اہلسنت کی چند بہترین کتابوں کے انگریزی ترجموں کا مطالعہ بھی کر سکتے ہیں۔

www.alahazrat.net

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے نام سے یہ ایک اچھی سائٹ انٹرنیٹ پر آپ پائیں گے۔ یہاں آپ کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن (اردو) پڑھ سکتے ہیں ساتھ ہی انگریزی ترجمہ بھی دستیاب ہے۔ مزید یہ کہ علامہ شاہ تراب الحق مدظلہ العالی کے جمعہ کے بیانات جو کہ پاکستانی وقت کے مطابق ۱۲ بجکر ۴۵ منٹ پر نشر کئے جاتے ہیں آپ دنیا بھر میں کہیں بھی ہوں، اس سے استفادہ حاصل کر سکتے ہیں۔

/www.fazlay.ahmed.com

اس سائٹ پر آپ پائیں گے کنزالایمان اردو، انگریزی ترجمہ۔ وقار الفتاویٰ۔ سوال و جواب۔

نعتیں عربی و اردو میں۔ اس کے علاوہ آپ علامہ شاہ تراب الحق صاحب کی تقاریر جو جمعہ کو حضرت کراچی کی مسجد میں خطاب فرماتے ہیں، سن سکتے ہیں۔

www.dawateislami.net

تبلیغ قرآن و سنت کی عالمگیر تحریک دعوت اسلامی کی یہ سائٹ بر صغیر کے مسلمانوں کیلئے بہت مفید ہے۔ اس سائٹ کے ذریعہ دنیا کے کسی بھی کونے سے آپ دعوت اسلامی کے عالمی مرکز کراچی کا ہفتہ واری اجتماع سن سکتے ہیں جو کہ ہر سنیچر کو بعد نمازِ عشاء شروع ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ یہاں آپ بہارِ شریعت (حصہ اوّل تا یازدہم) اردو میں پڑھ سکتے ہیں۔ فیضانِ سنت اور مولانا الیاس قادری صاحب کے کتابچے بھی اردو، انگریزی میں دستیاب ہیں۔ نیز نعت مصطفیٰ ﷺ کے مداح حضرات کیلئے اویس قادری، مشتاق قادری، بلال رضا وغیرہم جیسے مشہور نعت خوانوں کی آوازوں میں آپ نعتیں واذان بھی سماعت فرما سکتے ہیں۔ کسی کو کوئی مسئلہ پوچھنا ہے تو آپ ask imam (امام سے پوچھئے) پر کلک کیجئے اور اپنا سوال بھیج دیجئے۔ آپ کو سوال کا جواب مستند علمائے اہلسنت کی کتب سے مل جائے گا۔

www.sunnidawateislami.net سنی دعوت اسلامی، ممبئی، انڈیا

یہ سنی دعوت اسلامی کی نمائندہ سائٹ ہے۔ جس پر ہفتہ واری اجتماعات، مخصوص بیانات و سالانہ اجتماعات نشر کیے جاتے ہیں۔

http://members.tripod.com/okarvi/

اس میں علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی کی کتابوں کے انگریزی تراجم دستیاب ہیں۔

اس کے علاوہ بھی اہلسنت کی بے شمار سائٹس انٹرنیٹ پر موجود ہیں (جن میں سے چند کے پتے رسالہ کے آخر میں دیئے گئے ہیں) اور روز بروز اس میں اضافہ ہی ہو رہا ہے۔ یہ سب تو ہے لیکن اس کے باوجود اس بات کی تشنگی کا بہت احساس ہوتا ہے کہ کسی بھی سائٹ پر ہمارا لٹریچر بھاری مقدار میں موجود نہیں ہے۔ زیادہ تر یکساں کتابیں ہر جگہ دستیاب ہیں۔ اس کی ایک وجہ تو انگریزی میں بہترین لٹریچر کی کمی ہے۔ پھر بھی ایسا نہیں ہے کہ ہمارا لٹریچر بالکل ہی معدوم ہو۔ الحمدللہ ہم نے خود کئی کتابیں ہندوستان میں سنی یوتھ فیڈریشن کے تحت شائع کر کے عام کی ہیں۔ خاندان برکات کے سجادہ نشین حضور سید آل رسول حسنین میاں مدظلہ نے مختصر سے عرصہ میں کئی انگریزی کتابیں لکھ کر عام کی ہیں یہاں تک کہ ان کی انگریزی تفسیر بھی سورہ فاتحہ تا سورہ بقرہ ایک ضخیم جلد میں شائع ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ رضا اکیڈمی برطانیہ نے بھی پچاس سے زائد کتابیں انگریزی میں شائع کی ہیں جس میں سے بیس تو اعلیٰ حضرت کے

رسائل ہی ہیں۔ ہمارے یہاں اچھا لٹریچر موجود ہے بس ضرورت اس بات کی ہے کہ ہماری تمام مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتابوں کو انگریزی، عربی اور اردو زبانوں میں منتقل کر کے انٹرنیٹ پر لوڈ کر دیا جائے۔ تاکہ دنیا بھر میں کوئی شخص بھی ان سے استفادہ کر سکے اور جو حضرات ان میں سے کوئی کتاب شائع کرنا چاہیں تو انٹرنیٹ سے اپنے کمپیوٹر پر منتقل کر کے اشاعت کر لیں۔ اس کے علاوہ ایک خامی اور ہے وہ یہ کہ ایک سے زیادہ سائٹس پر آپ پائیں گے کہ علامہ شاہ تراب الحق صاحب کا جمعہ کا بیان نشر کیا جا رہا ہے اور سوال پوچھئے شاہ صاحب سے۔ تو آخر یہ اتنی یکسانیت کیوں ہے؟ کیا ہمارے پاس عوام الناس کو دینے کیلئے مواد نہیں ہے یا ہم محنت سے جی چراتے ہیں؟ بہتر ہے پہلے ایک جامع پروگرام بنا لیا جائے اور عوام الناس کو کچھ نیا پیش کرنا مقصود ہو تو سائٹ کھولے۔

الحمدللہ انٹرنیٹ کی ان سائٹس سے ہمہ جہت فوائد حاصل ہوں گے۔ بیرون ممالک مثلاً یورپ، امریکہ، افریقہ، آسٹریلیا جہاں پر برصغیر کے مسلمانوں نے بود و باش اختیار کر لی ہے ان کیلئے دینی تعلیم کا حصول ایک مسئلہ بن جاتا ہے۔ اس لئے اگر وہ لوگ ان سائٹس سے استفادہ کریں تو ہر طرح کی دینی معلومات حاصل کر سکتے ہیں، یہاں تک کہ اگر کوئی شرعی مسئلہ بھی دریافت کرنا ہو تو آپ دنیا کے کسی بھی کونے میں رہتے ہوئے پوچھ سکتے ہیں۔ نیز ہفتہ واری بیانات جو مختلف سائٹس پر نشر (relay) کیے جاتے ہیں اور کسی وقت بھی سنے جا سکتے ہیں اور اپنی دینی معلومات میں اضافہ کر سکتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ انٹرنیٹ کے ذریعہ سے آپ دنیا بھر میں اپنے مسلک کی اشاعت کے ساتھ تمام سنی تنظیموں، اداروں، علماء و مشائخ سے مسلسل رابطہ رکھ سکتے ہیں اور آپس میں تبادلۂ خیالات بھی کر سکتے ہیں۔ اس قدر کثیر فوائد کے باوجود انٹرنیٹ بہت کفایتی ہے۔

مزید یہ کہ یہ سائٹس سنی مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت اور تحفظ مسلکِ اہلسنت کا بہترین ذریعہ ہیں۔ آج بد مذہب باطل فرقے ہر جہت میں، ہر طریقہ کار سے اپنے باطل دین کی اشاعت اور عوام الناس کو گمراہ کرنے کا سامان کر رہے ہیں۔ لہٰذا وقت کی ضرورت ہے کہ ہم اس جانب بھرپور توجہ مبذول کریں۔ صرف اپنی سائٹ بنا کر ہی نہ چھوڑ دیں بلکہ اس میں روز بروز نئی نئی معلومات کا اضافہ کریں۔ انشاء اللہ اس طرح سنیت کی بہترین خدمت کے مواقع میسر آئیں گے۔

(انشاء اللہ بہت جلد تحریک فکر رضا بھی اپنی سائٹ شروع کر رہی ہے ہماری کامیابی کیلئے دعا فرمائیں۔)

OOOOOO

سنی دعوت اسلامی کا سالانہ سنی اجتماع

ترتیب : محمد زبیر قادری

"وہ ایک کمزور قوم جس کے پاس اب پتھروں کے علاوہ کچھ بھی نہیں رہ گیا ہے، ہاتھوں میں ننھی ننھی کنکریاں ہیں اور ان کنکریوں سے وہ اپنے حقوق کا اعلان کر رہے ہیں۔ احتجاج کا کتنا معصوم طریقہ ہے۔ ان کنکریوں سے نہ سر پھوٹ سکتا ہے نہ خون بہہ سکتا ہے، ہلکی سی چوٹ لگتی ہے تاکہ لوگ محسوس کریں کہ ہم بچوں کے بھی کچھ حقوق ہیں اور ہمارے بھی کچھ مطالبات ہیں لیکن اس کے مقابلے میں سنسناتی ہوئی گولیاں ہیں جو انھیں خاک و خون میں تڑپنے میں مجبور کر رہی ہیں۔ ایک بچہ اپنے باپ کی پشت سے لگا ہوا ایک دیوار کے ٹوٹے ہوئے حصے میں چھپا ہوا ہے اور پھر ٹی وی کے ذریعہ پوری دنیا میں اس کی موت کی آخری ہچکی کی آواز سنائی جاتی ہے تاکہ مسلم قوم کو demoralise کر دیا جائے کہ اخلاقی اعتبار سے تم اتنے پست ہو چکے ہو کہ تم اپنے ایک بچہ کی آواز پر بھی ضمیر کا کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ خدائے قدیر و جبار وہ وقت لائے کہ یہ کنکریاں ابابیل کی کنکریاں بن جائیں اور وقت کا ہر ابرہہ، آج کے طاغوت اس کے سامنے سر خمیدہ ہو جائیں۔ یقیناً ایسا ہو گا...... کسی نے کہا تھا کہ ؎

اپنے کعبہ کی حفاظت تمھیں خود کرنی ہے
اب ابابیلوں کا لشکر نہیں آنے والا

مفکر اسلام حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی مدظلہ کے فکر آمیز رقت انگیز جملوں نے شرکائے سنی اجتماع کے دلوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور بہت سے درد مند دل رو پڑے۔

سنی دعوت اسلامی کا دسواں سالانہ سنی اجتماع کا آغاز بعد نماز جمعہ وادی نور آزاد میدان میں خواتین کے عظیم الشان اجتماع سے ہوا۔ اس موقع پر ورلڈ اسلامک مشن (انگلینڈ) کے جنرل سکریٹری علامہ قمر الزماں خان اعظمی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ خواتین بچوں کی تعلیم و تربیت میں موثر کردار ادا کر سکتی ہیں کیونکہ بچے کی پہلی درسگاہ ماں کی آغوش ہوتی ہے اور بچے کی زندگی میں جتنے اثرات ماں کے ہوتے ہیں اتنے والد کے نہیں، یہی وجہ ہے کہ بچہ مادری زبان، مادر وطن جیسی باتیں ماں سے سیکھتا ہے اور ماں کی زمین سے ہی محبت کا رشتہ رکھتا ہے اور اسطرح ماں کے اخلاق و کردار کو لاشعوری طور پر قبول کر لیتا ہے اور پوری زندگی میں اس کی گہری چھاپ دکھائی دیتی ہے۔ اگر آپ اسلام کے اکابرین کی تاریخ کا مطالعہ کریں گے تو ہر بزرگ، ولی اور قائد کی تربیت میں ماں کا رول نمایاں نظر آئے گا۔ علامہ نے کہا کہ سنی دعوت

اسلامی نے عورتوں کا اجتماع اسی لئے منعقد کیا ہے کہ نئی نسل کو دین سے وابستہ کیا جاسکے۔

خواتین کے اس اجتماع میں تقریباً ایک لاکھ سے زائد خواتین نے شرکت فرمائی۔ ہندوستان کے دور دراز شہروں سے بھی خواتین بسوں اور ٹرینوں کے ذریعہ اجتماع میں شرکت کیلئے جمع ہوئیں۔ خواتین کی اس قدر تعداد کو دیکھ کر منتظمین بھی ایک لمحہ کیلئے پریشان ہو گئے لیکن پھر جلد ہی نظم و نسق کو سنبھال لیا گیا۔ الحمدللہ یہ اجتماع ہر طرح سے بہت کامیاب رہا۔

۴، نومبر بروز سنیچر دوسرے روز بعد نمازِ فجر مردوں کے اجتماع کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ جناب محمد رضوان صاحب نے تلاوت کلام پاک سے بسم اللہ کی۔ بعد ازاں نمازِ اشراق و چاشت ادا کی گئی۔ اجتماع گاہ میں وقتاً فوقتاً حلقے لگائے گئے جس میں مبلغین لاکھوں شرکاء کو طریقۂ سنت کی روشنی میں کھانے، پینے، وضو کرنے اور نماز و دعا کی ادائیگی کے آداب سکھائے۔ اس کے بعد مولانا ابو ساریہ (فاضل صدام یونیورسٹی، بغداد) نے اپنی بصیرت افروز تقریر میں فرمایا کہ قوم کی کامیابی کیلئے محبت رسول ﷺ کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں۔ لہٰذا اس پُر آشوب دور میں ضروری ہے کہ ہم مکمل طور سے شریعت کے پابند ہو جائیں اور ہر طرف سے اپنا رخ ہٹا کر یادِ الٰہی میں مصروف ہو جائیں۔ آپ نے آخر میں یہ عہد کروایا کہ جو کچھ بھی رسولِ اعظم نے ہمیں عطا فرمایا ہے اسے مضبوطی سے تھام لیں اور جن چیزوں سے بچنے کا حکم دیا ہے اس سے بچنے کی کوشش کریں۔ اس سے قبل سنی دعوت اسلامی کے مبلغ مولانا امین (مالیگاؤں) نے خوف خدا کے موضوع پر بصیرت افروز تقریر کی۔ مولانا ابراہیم نے محبت رسول کے تعلق سے حضور ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو بیان کیا جبکہ دار العلوم نورِ محمدی کے شیخ الحدیث مولانا رئیس کوثر نے فرمایا کہ نماز کا تحفہ ایمان والوں کیلئے ہی عطا کیا گیا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ مسلمان اس کی قدر کریں کیونکہ نماز کی پابندی سے ہی اتحاد و اتفاق کی برکت حاصل ہوتی ہے۔ مولانا حفیظ اللہ قادری نے اسلام میں سلام کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ دنیا کے مسلمانوں کو ایک دوسرے سے قریب لانے کا ذریعہ ہے اس لئے سلام کو عام کیا جائے۔

بعد نمازِ عصر مفتی نظام الدین صاحب نے شیئر بازار اور اس میں سرمایہ کے تعلق سے مدلل تقریر کی اور حلال و حرام کا تفصیلی طور پر تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ ناجائز ذرائع سے حاصل کیا ہوا انسان کے جسم میں فساد کو جنم دیتا ہے جو کہ بعد میں زمین پر فساد پھیلانے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ نمازِ مغرب کے بعد مولانا محمد نثار، مولانا ظہیر الدین خان سمیت دیگر علماء کرام نے بھی ایمان افروز بیانات فرمائے۔ جبکہ دن بھر وقتاً فوقتاً نظامت کے فرائض انجام دینے کے ساتھ ساتھ سنی دعوت اسلامی کے خوش الحان نعت گو

بلبلِ باغِ مدینہ محمد رضوان خان صاحب نے نعت و منقبت پیش کر کے شرکاء کی روحوں کو جلا بخشی۔
مفکر اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی نے اپنی تقریر میں اسلام کے خلاف غیر مسلموں کے لگائے اعتراضات کا جواب دیا اور ہر پہلو سے اسلام کی حقانیت کو ثابت کیا۔ آپ نے سنی دعوت اسلامی کے قیام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ سنی دعوت اسلامی کا مقصد یہ ہے کہ علمائے اہلسنت کی سرپرستی میں دینِ اسلام کی تبلیغ و دعوت کا کام کیا جائے۔ منافق و مرتد اور بد مذہب کا ہر حال میں مقابلہ کیا جائے۔

ممبئی کے انگریزی شامنامے مڈ ڈے کی رپورٹ کے مطابق اس اجتماع میں تقریباً تین سے چار لاکھ افراد شریک تھے۔ شرکت کیلئے ایک دو دن پہلے سے ہی ہندوستان کے مختلف علاقوں سے لوگوں کی آمد شروع ہو گئی تھی۔ آنے والوں کا یہ سلسلہ آخری روز دوپہر تک جاری رہا۔

لنکا شائر، برطانیہ سے آئے ہوئے پولیس کے دور کنی وفد نے امیر سنی دعوت اسلامی مولانا محمد شاکر نوری صاحب کو انگلینڈ میں خدماتِ دین انجام دینے کیلئے ایک شیلڈ دی۔ ان کے مطابق برطانیہ کے آزاد ماحول میں گمراہیت اس قدر ہے کہ نوجوان نسل دین سے دور، منشیات کی عادی، ہر طرح کے جرائم میں ملوث اور فری سیکس کی حامی ہے۔ مولانا شاکر صاحب نے وہاں جا کر جب کام شروع کیا تو الحمد للہ کثیر تعداد میں نوجوان طبقہ نے تمام برائیوں سے تائب ہو کر اسلامی زندگی گزارنا شروع کر دی ہے۔ اسی لئے ان کو شیلڈ دینے اور یہاں سنی دعوت اسلامی کے کام کو دیکھنے کیلئے وہ حاضر ہوئے ہیں۔

۵، نومبر بروز اتوار یعنی آخری روز وادیٔ نور میں لاکھوں عاشقانِ رسول ﷺ نے بعد نمازِ مغرب اپنے دلوں میں تصورِ مدینہ کو لئے ہوئے ذکرِ الٰہی اور درود و سلام کے ساتھ اللہ رب العزت سے گڑگڑاتے ہوئے اپنے گناہوں کی توبہ و اجتناب کی دعا کی۔ نیز آنسوؤں اور سسکیوں کے درمیان رب العزت کے رحم و کرم کی بھیک کے علاوہ محبت رسول ﷺ کی دولت، شفاعت اور علم و عمل کیلئے بھی التجا کی۔

دعا کے موقع پر شامیانہ اور اطراف کی روشنی بجھا دی گئی تھی جس کی وجہ سے ایک روحانی ماحول پیدا ہو گیا تھا اور دعا کے دوران سسکیوں کی آوازیں صاف طور سے سنائی دے رہی تھیں۔ جبکہ امیر سنی دعوت اسلامی مولانا محمد شاکر نوری کے دعائیہ کلمات پر آمین آمین سے وادیٔ نور گونج اٹھی اور اس طرح اللہ کے احکامات اور آنحضور ﷺ کی سنتوں کو زندگی کا آئینہ بنانے کا عزم لئے ہوئے روحانی ماحول کے عالم میں طویل ترین دعاؤں کے بعد سہ روزہ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔

☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرب دنیا میں "کنزالایمان" کی پذیرائی

از: سید وجاہت رسول قادری (صدر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی، پاکستان)

از طفیلِ سرورِ ہر دو جہاں ﷺ "کنزِ ایماں" در جہاں مشہور شد (سید خضر نوشاہی)

یہ خبر مسلمانانِ عالم خاص طور سے مسلمانانِ برصغیر پاک وہند و بنگلہ دیش کیلئے باعثِ طمانیت اور سرورِ قلب ہے کہ جامعۃ الازھر کے شیخ، شیخِ اکبر علامہ دکتور محمد سید طنطاوی حفظہ اللہ تعالیٰ کی سرپرستی میں "مجمع البحوث الاسلامیہ" (مرکزِ تحقیقاتِ اسلامی) قاہرہ نے امام احمد رضا قادری قدس اللہ سرہ العزیز کے ترجمۂ قرآن کریم (اردو) معنون بہ "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن" کو کئی ماہ کی بحث و تمحیص اور تنقیدی و تحقیقی جائزے کے بعد اسلامی تعلیمات کے مطابق اور ایک قابلِ اعتماد ترجمہ قرار دیا ہے اور اردو داں عامۃ المسلمین کے استفادہ کیلئے اس کی نشر و اشاعت کو فروغ دینے کی ترغیب دی ہے۔

اس سلسلے میں شیخ الازھر کی سرپرستی میں "مجمع البحوث الاسلامیہ" قاہرہ نے ایک سرٹیفکٹ کا بھی اجراء کیا ہے۔ یہ سند (سرٹیفکٹ) ہندوستان میں اہل سنت و جماعت کے عظیم ترین ادارہ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور، اعظم گڑھ کی کوششوں سے جاری کی گئی۔ اس سلسلے میں "ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، (کراچی) پاکستان" کی سعی وکاوش کو بھی بڑا دخل ہے جو گذشتہ چار سال سے جامعہ ازھر شریف کے مختلف شعبہائے فنون کو امام احمد رضا قادری علیہ الرحمۃ والرضوان کی تصانیف و تالیف اور ان کی حیات اور علمی ادبی اور دینی کارناموں پر مبنی لٹریچر فراہم کر رہا ہے۔ گذشتہ سال اس کے دورکنی وفد نے (جس میں راقم اور حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ شامل تھے) قاہرہ کا دورہ بھی کیا تھا اور جامعہ ازھر کے نامور اساتذۂ کرام، علمائے مصر اور شیخ الازھر حضرت علامہ دکتور محمد سید طنطاوی مدظلہ سے استاذ السید حازم محمد احمد المحفوظ زید مجدہ کی رہنمائی میں ملاقاتیں بھی کی تھیں اور "کنزالایمان" سمیت ۳۵۰ کتب کا تحفہ بھی دیا تھا جس میں ادارہ کے جنرل سکریٹری پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب زید مجدہ کی "کنزالایمان" پر تھیسس بھی شامل تھی۔ "کنزالایمان" سے متعلق مندرجہ بالا خبر "جمیعۃ الدعوۃ الاسلامیۃ العالمیۃ" لیبیا کے زیر اہتمام طرابلس سے عربی، انگریزی اور فرانسیسی زبانوں میں شائع ہونے والے ہفت روزہ "الدعوۃ" مورخہ ۲۶ ربیع الاول الشریف

۱۴۳۰ھ من میلاد النبی ﷺ (۱۴۲۱ھ) کے شمارہ میں شائع ہوئی ہے۔

واضح ہو کہ امام احمد رضا القادری علیہ الرحمہ نے ترجمہ ۱۳۳۰ھ/ ۱۹۱۱ء میں مکمل کیا تھا جو آپ کی حیات میں ہی پہلی بار مراد آباد سے شائع ہوا۔ دوبارہ یہ ترجمہ حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ خلیفہ امام احمد رضا قدس سرہٗ کے حاشیہ کے ساتھ اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد مراد آباد ہی سے شائع ہوا۔ اب تک اس پر متعدد حاشیے اور تفسیریں لکھی جاچکی ہیں۔ ایک محتاط سروے کے مطابق برصغیر پاک و ہند میں اردو تراجم قرآن میں سب سے زیادہ طلب اسی ترجمہ "کنزالایمان" کی ہے۔ "کنزالایمان" کی خصوصیات پر تبصرہ کرتے ہوئے برصغیر کے مصنف اور محقق علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اردو کے مترجمین قرآن میں امام احمد رضا محدث بریلوی اپنے تبحر علمی کی وجہ سے بے نظیر و بے مثال معلوم ہوتے ہیں جس نے ان کا مطالعہ کیا ہے اور مختلف زبانوں میں ان کی مطبوعات و مخطوطات اور شرح و حواشی دیکھے ہیں وہ اس امر کی تصدیق کر سکتا ہے۔"

مزید فرماتے ہیں کہ:

"وہ ایک باخبر ہوشمند اور باادب مترجم تھے، ترجمہ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام احمد رضا نے آنکھیں بند کر کے ترجمہ نہیں کیا بلکہ وہ جب کسی آیت کا ترجمہ کرتے تھے تو پورا قرآن، مضامین قرآن اور متعلقات قرآن ان کے سامنے ہوتے تھے۔"

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ امام احمد رضا نے یہ ترجمہ کتب تفسیر و حدیث یا ماقبل کے اردو اور فارسی تراجم کو سامنے رکھے بغیر فی البدیہہ کیا۔ اس کی صورت یہ تھی کہ آپ بغیر کسی کتاب کی مدد کے آیات کریمہ کا ترجمہ فی البدیہہ ارشاد فرماتے جاتے اور آپ کے خلیفۂ ارشد صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی صاحب علیہ الرحمہ اس کو قلمبند کر لیتے۔ محترم پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب ایک اور جگہ "کنزالایمان" کی اس خصوصیت پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ:

"امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن میں برسوں کی فکری کاوشیں پنہاں ہیں، یہ مولیٰ تعالیٰ کا کرم ہے کہ وہ اپنے بندے کو ایسی نظر عطا فرمادے جس کے سامنے علم و دانش کی وسعتیں سمٹ کر ایک نقطہ پر آجائیں۔ فی البدیہہ ترجمۂ قرآن میں ایسی جامعیت کا پیدا ہو جانا عجائبات عالم میں سے ایک عجوبہ ہے، اس سے مترجم کی عظمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے"۔

بلاشبہ امام احمد رضا قدس سرہ العزیز پر اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے حبیبِ لبیب، رسول رؤف ورّحیم کا خاص کرم تھا، انہی خصوصیات کی بناء پر امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن کو دنیائے علم وآگہی میں ایک گونہ پذیرائی اور روزافزوں مقبولیت حاصل ہوئی۔ یہ واحد ترجمۂ قرآن ہے جس کی خصوصیات، فنی، علمی اور ادبی خوبیوں پر اس کی اشاعت سے لیکر آج تک سینکڑوں مقالات اور ہزاروں تبصرے لکھے جاچکے ہیں اور لکھے جارہے ہیں۔ یہ امتیاز کسی اور ترجمہ کو حاصل نہیں۔ متعدد اسکالرز ملکی اور عالمی جامعات میں "کنزالایمان" کو ایم۔ فل اور پی۔ ایچ۔ ڈی کی تھیسس کا موضوع بنارہے ہیں۔ "ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا" کے جنرل سیکریٹری پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری زید مجدہ نے "کنزالایمان" کے حوالے سے ۱۹۹۳ء میں ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کی جو کتابی صورت میں ادارۂ ہذا کی جانب سے ۱۹۹۹ء میں شائع ہوچکی ہے۔ بر صغیر پاک وہند اور بنگلہ دیش کے بے شمار علماء نے "کنزالایمان" کی جامعیت، ادبیت، معنویت، مقصدیت، زبان وبیان کی چاشنی، اور سلاست وروانی کی خوبیوں کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں اس کو تمام سابقہ معروف تفاسیر کا نچوڑ قرار دیا ہے۔

حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر محمد مکرم احمد صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ، استاد شعبۂ عربی، جامعہ ملیہ دہلی اور شاہی امام وخطیب مسجد فتح پوری دہلی، "کنزالایمان" کی خصوصیات پر درج ذیل الفاظ میں تبصرہ فرماتے ہیں:

"یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ فاضل بریلوی علمی اور ادبی صلاحیتوں میں معاصرین اور متاخرین میں بہت اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔ ان کے پایہ کا عالم نہ ان کے دور میں تھا اور نہ آج ہے۔ قرآن کریم کا محتاط اور جامعہ ترجمہ وہی عالم کر سکتا ہے، جس کو عربی، فارسی اور اردو زبانوں میں مہارت ہو، جو محاورات اور ادبی فصاحب وبلاغت سے خوب واقف ہو، جو سیرتِ پاک مصطفیٰ ﷺ سے باخبر ہو، جس کو علومِ قرآنیہ کیساتھ ساتھ فنِ حدیث پر بھی مکمل دسترس ہو، جو آیاتِ کریمہ کے شان نزول اور اس وقت کے کوائف وحالات سے باخبر ہو، جس کے پاس عشق مصطفیٰ ﷺ کا خزانہ ہو، جو مکمل خشوع وخضوع کے ساتھ بین الخوف والرجاء لکھنے کا عادی ہو۔ جب ہم مولانا بریلوی کی حیات اور علمی مقام ومرتبہ کا جائزہ لیتے ہیں تو صرف وہ ہی مجمع الکمالات کے پیکر میں سامنے آتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ "کنزالایمان" دنیا بھر میں مقبول ہے نہ صرف عوام وخواص بلکہ ہر طبقۂ فکر کے علماء اس سے استفادہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں"۔

حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری حفظہ اللہ تعالیٰ شیخ الحدیث والتفسیر جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور "کنزالایمان" پر اپنے ایک مختصر مگر جامع تبصرہ میں یوں رقم طراز ہیں:

"قرآن کو سمجھنے کے لئے صرف عربی زبان، صرف و نحو، علم معانی، بیان، بدیع وغیرہ علوم میں مہارت کافی نہیں، تفسیر وحدیث، عقائد کلام اور تاریخ و سیرت کا وسیع مطالعہ ہی کافی نہیں بلکہ اللہ تعالی اور صاحبِ قرآن ﷺ سے صحیح ایمانی اور روحانی تعلق بھی ضروری ہے۔ اردو ترجمہ نگاروں میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز ممتاز ترین مقام پر فائز ہیں۔ اللہ تعالی نے انہیں پچاس سے زیادہ علوم میں حیرت انگیز مہارت عطا فرمائی تھی۔ وہ عارف باللہ بھی تھے اور صبغۃ اللہ سے مزین بھی، ساتھ ہی آپ اللہ تعالی اور اس کے حبیبِ اکرم ﷺ کی محبت میں فدا تھے۔ سرکار دو عالم ﷺ کے توسط سے ان کے دل پر فیوضِ الٰہیہ کی بارش ہوتی تھی۔ اسی لئے انہوں نے قرآن پاک کا بے مثال اردو ترجمہ "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن" کے نام سے کیا۔ مخالفین کی سازشوں کی بناء پر بعض ممالک میں اس ترجمہ پر پابندی عائد کی گئی، لیکن (بحمد اللہ) اس کی خداداد مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اس کی مانگ سب تراجم سے زیادہ ہے۔ انگریزی، فرنچ، ڈچ، ترکی، بنگالی، سندھی، پشتو وغیرہ زبانوں میں اس کے ترجمے کئے جاچکے ہیں"۔

حضرت علامہ نے جس پابندی کا ذکر کیا ہے اس کا قصہ کچھ یوں ہے:

"امام احمد رضا کا یہ ترجمہ قرآن ۱۹۱۱ء میں مکمل ہوا، ان کی حیات میں اس کا پہلا ایڈیشن شائع ہوا اگر تاریخ اشاعت (جو محقق نہیں ہے) ۱۹۱۸ء بھی متصور کی جائے تو اس وقت سے لیکر ۱۹۸۲ء تک یعنی ۶۴ برسوں میں لاکھوں کی تعداد میں اس کے متعدد ایڈیشن ہندوستان، بنگلہ دیش اور پاکستان کے مختلف شہروں سے شائع ہوتے رہے ہیں۔ مسلکی اور نظریاتی طور پر ان سے اختلاف کرنے والے خود ان کے ہم عصر اور بعد کے جید علماء نے اس کو پڑھا اور دیکھا، لیکن کسی کو "کنزالایمان" یا اس کے حاشیہ خزائن العرفان میں کوئی لغزش، خامی یا خلافِ شرع امر نظر نہیں آیا ورنہ مخالفین علماء ضرور بالضرور اس کی گرفت اور تشہیر کرتے۔"

۱۹۸۲ء میں پاک ہند کے بعض متعصب و متشدد دیوبندی، تبلیغی، وہابی علماء اور جماعت اسلامی کے اراکین نے "کنزالایمان" کی مقبولیت اور امام احمد رضا کی ہمہ جہت شخصیت کی روز افزوں شہرت سے خوفزدہ ہو کر "رابطہ عالم اسلامی" (جس کا ہیڈ کوارٹر جدہ میں ہے) کے پلیٹ فارم کو بطور ڈھال استعمال کرتے ہوئے امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن "کنزالایمان" اور اس کے حاشیہ "خزائن العرفان" پر پابندی لگوائی اور پھر "رابطہ عالم اسلامی" کی اپیل اور سفارش پر سعودی عرب اور خلیج کی ریاستوں نے اپنے اپنے ملک میں اس کے داخلہ اور اشاعت پر پابندی لگائی۔ اس کی خبر اخبار "خلیج ٹائمز" مورخہ ۵ رمارچ

۱۹۸۲ء ص ۲ (متحدہ عرب امارات) پر شائع کرائی گئی اور یہی خبر "رابطہ عالم اسلامی" کے اخبار مورخہ ۲ر مئی ۱۹۸۲ء (جدہ) میں بھی شائع ہوئی۔ ان دونوں اخبارات کا موقف یہ تھا، ترجمۂ قرآن اور اس کا حاشیہ دونوں ناقابلِ اشاعت ہیں اس لئے کہ اس میں قابلِ اعتراض مواد پایا جاتا ہے لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ ان اخبارات نے قطعاً ان غلطیوں کی نشاندہی نہیں کی، دوسری بات یہ ہے کہ جب کسی تصنیف پر پابندی لگائی جاتی ہے تو سب سے پہلے اس کے ناشر، مصنف، یا ورثاء یا متعلقہ ادارہ یا فرد یا ذمہ دار گروہ کو اس کی وجوہ سے آگاہ کیا جاتا ہے اور اس کو صفائی کا موقع دیا جاتا ہے، لیکن "کنزالایمان" کے سلسلے میں بین الاقوامی سطح پر تسلیم شدہ اس اصول کی خلاف ورزی کی گئی اور آج تک رابطۂ عالم اسلامی یا مذکورہ حکومتوں پر اس کی وجوہ کی نشاندہی قرض ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ کسی فرد یا ادارے پر کوئی فردِ جرم عائد کی جائے لیکن نہ تو اس کا جرم بتایا جائے اور نہ ہی اس کو صفائی کا کوئی موقع دیا جائے۔ اس خبر کی اشاعت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے معاندین نے اس پر پابندی کی حمایت اور "کنزالایمان" کی مخالفت میں اخبارات وجرائد میں مضامین لکھنے شروع کر دیئے۔ بعض نے کتابی صورت میں بھی شائع کئے اور یہ سلسلہ معاً اس پابندی کے بعد اس سرعت و تواتر سے شروع ہوا کہ گویا درونِ خانہ ان کو پہلے سے اطلاع تھی اور وہ اس کیلئے تیار بیٹھے تھے۔ جب اس پابندی کی مخالفت اور ترجمۂ "کنزالایمان" کی حمایت میں برصغیر پاک وہند کے طول وعرض میں رابطۂ عالم اسلام سے احتجاجی مراسلت اور اخبارات وجرائد میں مضامین کی اشاعت، پمفلٹ و ہینڈ بل کی تقسیم اور احتجاجی جلسۂ وجلوس کا سلسلہ شروع ہوا تو "رابطۂ عالم اسلامی" کے کارپردازوں نے یہ کہہ کر گردن چھڑانے کی کوشش کی کہ اس پر پابندی عرب کی آزاد حکومتوں کا اپنا اختیاری معاملہ ہے ہم اس معاملے میں کچھ نہیں کر سکتے۔ بعد میں جید علماء نے حرمین شریفین کی خدمت کے دعویدار بادشاہ اور امارات کی ریاستوں کو خطوط لکھے لیکن انہوں نے جواب نہیں دیا۔ قارئین کرام اس گفتگو سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ یہ سارا اہتمام محض "بغضِ معاویہ" یعنی امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی قد آور شخصیت ان کے شاندار علمی ودینی کارناموں پر پردہ ڈالنے کے لئے کیا گیا لیکن اب جامعہ ازھر کے علوم اسلامیہ کے تحقیقی ادارے نے ان کی پول کھول دی۔

"شیخ الازھر" کا منصب عالم اسلام کا ایک اہم ترین منصب ہے اور جامعہ ازھر، قاھرہ، اسلام کی گذشتہ ایک ہزار سالہ تاریخ میں سب سے بڑی اور مستند یونیورسٹی سمجھی اور تسلیم کی جاتی ہے۔ اب جبکہ عالم اسلام کی اس سب سے بڑی یونیورسٹی کے سربراہ، شیخ الازھر، محمد سید طنطاوی مدظلہ العالی اور ان کے

زیر نگرانی چلنے والے تحقیقی ادارے، "مجمع البحوث الاسلامیہ (مرکزِ تحقیقاتِ اسلامی) کے محقق علماء نے "کنزالایمان" کے مستند اور معتبر ہونے پر مہر تصدیق ثبت کردی تو ہم "رابطہ عالمی اسلامی" کے ارباب بست وکشاد اور ان کی وساطت سے سعودی عرب اور خلیج کی امارات کی حکومتوں سے مؤدبانہ مطالبہ کرتے ہیں کہ ہوشمندی اور علمی دیانت کا ثبوت دیتے ہوئے نیز عالم اسلام کے مسلمانوں کے فکری اتحاد کی خاطر "کنزالایمان" سے پابندی ختم کرنے کا بہانگِ دہل اعلان شائع کریں، اور "کنزالایمان" کی علمی اور شرعی حیثیت پر، شیخ الازھر الشریف حضرت علامہ دکتور محمد سید طنطاوی حفظہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے جاری کردہ سرٹیفیکٹ کا عکس اور اس کی متعلقہ خبر فوری طور سے شائع کرکے مسلمانوں کے عالمگیر اتحادو یگانگت کے فروغ کو یقینی بنائیں جس کی اس وقت اشد ضرورت ہے۔ اس لئے کہ جامعہ ازھر کی تحقیق سے ثابت ہوگیا کہ "کنزالایمان" احادیث مبارکہ، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور اسلافِ کرام کی تفاسیر کا نچوڑ ہے اور یہ کہ اس میں خلافِ شرع یا خلافِ اسلام مواد نہیں ہے۔ یہاں ہم امام احمد رضا سے علمی اور مسلکی اختلافات رکھنے والے علماء اور اسکالرز سے بھی درخواست گزار ہیں کہ آپ علم و تحقیق کے میدان میں ذاتی بغض و عناد، گروہی حسد اور مسلکی تعصب کی عینک اتار کر "نگاہِ عشق و مستی" کی ٹھنڈی روشنی میں "کنزالایمان" کا مطالعہ کریں انشاء اللہ آپ کو یہاں "ایمان" کا بیش بہا "خزانہ" اور "عشق مصطفیٰ ﷺ کی دولت بیدار" ملے گی۔ امام احمد رضا محدث بریلوی کو ہر قسم کے تعصب سے بالاتر ہوکر علم کی کسوٹی پر پرکھیں۔ انشاء اللہ ان کو کھرا پائیں گے اور فکری اتحادو یگانگت کی راہ پیدا ہوگی، جس کی آج ہمیں شدید ضرورت ہے "دانشِ نورانی" کی روشنی میں ان کی شخصیت و تصانیف کا مطالعہ کریں انشاء اللہ اندھیروں سے اجالوں میں آجائیں گے۔ اس لئے کہ نور بصیرت سے مزین مطالعہ اندھیروں سے اجالے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

زمشتاقاں اگر تاب سخن بردی نمی دانی ۔۔۔ محبت می کند گویا نگاہِ بے زبانے را

پاکی ہے اس رب ذوالجلال خالق کائنات کو جس نے ہمیں قرآن کریم کی دولتِ عظیم سے نواز اور لاکھوں درود وسلام ہوں آقائے نامدار سرور کائنات ﷺ پر جن کے قلب اطہر پر قرآن مجید فرقانِ حمید کی آیات کا نزول ہوا اور جن کی وساطت سے یہ نورِ ہدایت ہم تک پہنچا۔ کہ ہم جہل کی ظلمت سے نکل کر علم وہدایت کے اجالے کی طرف آئے اور صبح ومسا امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے مزارِ اقدس پر رحمت و رضوان کی بارش ہو کہ جن کی تعلیم اور ترجمۂ قرآن نے ہمیں قرآنِ حمید کی روح یعنی عشق مصطفیٰ ﷺ سے روشناس کرایا۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

ترجمۂ کنزالایمان کا لسانی جائزہ

از: ڈاکٹر صابر سنبھلی ہیڈ شعبۂ اردو ایم۔ ایچ۔ (پی۔ جی) کالج (یوپی)

بیسویں صدی عیسوی کے آخر میں ترجمہ کنزالایمان کی طلب و رسد نے گذشتہ تمام ریکارڈ توڑ دیئے ہیں۔ زیادہ زمانہ نہیں گزرا کہ یہ ترجمہ مشکل سے دستیاب ہوتا تھا اور دلّی کے کتب فروش تو گویا اس کو اپنے کتب خانوں میں رکھنا بھی جرم سمجھتے تھے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ کسی اچھائی کو زیادہ دنوں تک چھپا کر نہیں رکھا جا سکتا۔ دھیرے دھیرے لوگوں کا شعور بیدار ہوا ذہنوں کے جالے صاف ہوئے اور اس ترجمے کی خوبیوں نے لوگوں کے دلوں میں گھر کرنا شروع کیا اور اب بیسویں صدی کی آخری دہائی میں ایک باخبر اور معتبر ناشر کے مطابق حال یہ ہے کہ دلّی کے پندرہ ناشر اس کو چھاپ رہے ہیں اور مزے کی بات یہ ہے کہ ان ۱۵، ناشروں میں سے صرف دو ایسے ہیں جو ترجمے سے اور مترجم کے نظریات سے اتفاق رکھتے ہیں۔ باقی تیرہ ناشر آج بھی اس کی مانگ کو دیکھتے ہوئے اس کی اشاعت میں لگے ہوئے ہیں۔ اس کو انقلاب ہی کہا جائے گا۔

علمائے اہلسنّت نے اپنے مقدور بھر اس کی خوبیوں کو اجاگر کیا، لیکن یہ خوبیاں صحیح ترجمانی اور شرعی حدود کی پابندی سے ہی زیادہ تعلق رکھتی تھیں۔ عقل کہتی ہے کہ صرف صحیح ترجمانی کی وجہ سے اس ترجمے کو اتنی مقبولیت حاصل نہ ہوتی۔ کیونکہ صحیح ترجمے تو شاہ عبدالقادر دہلوی اور شاہ رفیع الدین دہلوی رحمہما اللہ تعالیٰ نے بھی کیے تھے، لیکن دونوں لفظی ترجمے تھے۔ کنزالایمان کی مقبولیت کی وجہ اس کی زبان اور طرز بیان بھی معلوم ہوتے ہیں، جنہوں نے عام مسلمانوں کے دلوں میں گھر کر لیے ہیں۔ اس لیے اس ترجمے کا لسانی جائزہ لینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

یہ ترجمۂ قرآن امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا مسلمانوں کے لیے عمدہ تحفہ ہے۔ عام طور سے یہ بات بھی لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ اس ترجمے کے لیے کوئی خاص اہتمام نہیں کیا گیا تھا۔ جو لوگ امام احمد رضا کی تصنیفی اور خاص کر فتاویٰ نویسی کی مصروفیات سے واقف ہیں وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ ان کے پاس وقت کی کتنی کمی تھی۔ ان کے عزیز شاگرد صدرالشریعہ مولانا امجد علی اعظمی مصنف بہارِ شریعت چاہتے تھے کہ اگر امام احمد رضا قرآن کریم کا اردو میں ترجمہ کر دیں تو وہ اُن کے علم و فضل اور عشقِ رسول کی وجہ سے ایک لاثانی ترجمہ بن جائے گا۔ انہوں نے اس کے لیے کئی بار فاضل بریلوی سے

عرض کیا۔ لیکن باوجود وعدوں کے اس کام کے لیے وقت نہیں نکل سکا۔ آخر یہ طے پایا کہ صدر الشریعہ دوپہر کو قیلولہ کے وقت یا رات کو سوتے وقت فاضل بریلوی کے پاس پہنچ جایا کریں۔ اور ایسا ہی ہوا۔ ترجمے کا طریقہ یہ رہا کہ صدر الشریعہ آیاتِ قرآنی پڑھتے جاتے اور آپ ان کا ترجمہ املا کراتے جاتے۔ مترجم کے پاس نہ تفاسیر قرآن دیکھنے کی فرصت تھی نہ ترجمے کی زبان پر نظر ثانی کرنے کا وقت۔ چاہیے تھا کہ ایسی رواروی (بلکہ بھاگ دوڑ) میں کیا گیا ترجمہ معمولی ترجمہ ہوتا۔ لیکن یہ مترجم علیہ الرحمہ پر اللہ رب العزت کا کرمِ خاص تھا کہ یہ ترجمہ اردو ترجموں میں شاہکار ہوگیا۔ یہ کام ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹۱۲ء میں مکمل ہوا۔ "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن" اس کا تاریخی نام ہے جس سے سال ۱۳۳۰ھ برآمد ہوتا ہے۔

بسم اللہ سے آخر سورۂ البقرہ تک کنزالایمان کا مطالعہ کرنے کے بعد راقم السطور کو اس ترجمے کی مندرجہ ذیل خوبیوں کا علم ہوا۔

(۱) آیات کے تراجم میں ربطِ باہمی (۲) روانی (۳) سلاست (۴) اردو کا روزمرہ (۵) اللہ اور رسول کے مراتب کا لحاظ (۶) احتیاط (۷) سوقیانہ اور بازاری الفاظ سے اجتناب (۸) سہل ممتنع

اس اجمال کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

(۱) آیات کے تراجم میں ربطِ باہمی: ۔ ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرنا اتنا آسان نہیں ہے جتنا عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ لفظی ترجمہ کی بات الگ ہے بامحاورہ ترجمے میں یہ مشکل اس لیے پیش آتی ہے کہ ضروری نہیں کہ ہر دو زبان کے تراجم میں ہم آہنگی ہو۔ عربی اور اردو کے ساتھ یہی مسئلہ ہے۔ عربی سامی خاندان کی زبان ہے اور اردو ہند آریائی خاندان کی۔ پھر عربی کا ذخیرۂ الفاظ وافر اور اردو کا اس کی کم عمری کے سبب محدود۔ مترجم کے سامنے یہ دشواری بھی ہوتی ہے کہ ترجمے کو بامحاورہ بنانے میں اصل کی روح کو کس طرح برقرار رکھا جائے۔ آیاتِ قرآنی آپس میں مربوط ہیں! لیکن دوسری زبانوں میں ترجمہ کرنے پر زبانوں کے اختلافِ مزاج کی وجہ سے آیات کے تراجم میں بے ربطی محسوس ہوتی ہے، لیکن قرآنِ کریم کا عرفان رکھنے والے اس بے ربطی پر قابو پالیتے ہیں۔ امام احمد رضا نے اردو میں جو ترجمہ کیا ہے وہ عربی متن سے بندھ کر کیا ہے۔ پھر بھی ان کے عرفان نے ترجمے کو بے ربط نہیں ہونے دیا۔ صرف ایک مثال کافی ہوگی۔

"اے اولادِ یعقوب یاد کرو میرا وہ احسان 'جو میں نے تم پر کیا اور یہ کہ اس سارے زمانے پر تم کو بڑائی دی۔ اور ڈرو اس دن سے جس دن کوئی جان دوسرے کا بدلہ نہ ہوسکے گی اور نہ کافر کے لیے کوئی سفارش مانی جائے اور نہ کچھ لے کر اس کی جان چھوڑی جائے اور نہ اُس کی مدد ہو۔ اور یاد کرو جب ہم نے

تم کو فرعون والوں سے نجات بخشی کہ تم پر برا عذاب کرتے تھے، تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے۔ اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی بلا تھی یا بڑا انعام ہوا۔ اور جب ہم نے تمہارے لیے دریا پھاڑ دیا تمہیں بچالیا اور فرعون والوں کو تمہاری آنکھوں کے سامنے ڈبو دیا۔ اور جب ہم نے موسیٰ سے چالیس روز کا وعدہ فرمایا پھر اس کے پیچھے تم نے بچھڑے کی پوجا شروع کردی اور تم ظالم تھے۔" (البقرہ آیات ۴۷ تا ۵۱)

(۲) روانی :۔ ترجمہ میں طبع زاد تحریر کی طرح روانی ممکن نہیں ہے بشرطیکہ اصل متن کی روح کو برقرار رکھا جائے۔ ہاں مفہوم میں کتربیونت کر کے طبع زاد تحریر جیسی روانی پیدا کی جاسکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ قرآن کریم کے ترجمے میں اس کا موقع نہیں ہوتا۔ پھر بھی کنزالایمان میں قرآنِ کریم کے اصل مفہوم کے باوجود اردو کے دیگر تمام تراجم سے زیادہ روانی پائی جاتی ہے۔ خوفِ طوالت سے مزید مثال نہیں دی جارہی ہے۔ مندرجہ بالا مثال کو روانی کی مثال بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔

(نوٹ :۔ قرآن حکیم کے اردو ترجمے میں لفظ "اور" کی کثرت نظر آتی ہے۔ جس سے روانی کچھ مجروح سی ہوتی محسوس ہوتی ہے۔ لیکن یہ مترجمینِ قرآن کی مجبوری ہے۔ اس لیے کہ قرآن میں واؤ عطف کا استعمال کثرت سے ہوا ہے جو عربی عبارت کی روانی میں مخل نہیں۔ لفظ "اور" کا زیادہ استعمال اگرچہ اردو میں بھی معیوب نہیں ہے۔ لیکن کسی حد تک روانی میں مخل ہوتا ہے)

(۳) سلاست :۔ کنزالایمان دیگر تراجم کے مقابلے میں سلیس بھی ہے۔ یہ بڑی خوبی ہے۔ اس لیے کہ اگر ترجمے میں بھی سلاست نہ ہو تو اس کا فائدہ عام نہیں ہوتا۔ ایک مثال درج کی جاتی ہے۔

"اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھائے پھر سب اشیاء ملائکہ پر پیش کر کے فرمایا سچے ہو تو ان کے نام بتاؤ۔ بولے پاکی ہے تجھے ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا۔ بیشک تو ہی علم و حکمت والا ہے۔ فرمایا اے آدم! بتادے انہیں سب اشیاء کے نام۔ جب آدم نے انہیں سب کے نام بتادیئے۔ فرمایا میں نہ کہتا تھا کہ میں جانتا ہوں آسمانوں اور زمین کی سب چھپی چیزیں۔ اور میں جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔ اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوا ابلیس کے۔ منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہوگیا" (سورۂ البقرہ آیات ۳۱ تا ۳۴)

(۴) اردو کا روزمرّہ :۔ کنزالایمان میں عربی اور فارسی زبانوں کے رائج الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں اور خالص اردو کا روزمرّہ بھی۔ یہ روزمرّہ ۱۹۱۲ء کے شرفاء کے روزمرّہ کے مطابق ہے اور آج بھی بھلا معلوم ہوتا ہے۔ درجن بھر مثالیں پیش ہیں۔ سبھی مثالیں سورہ البقرہ سے ہیں۔ آیات کے نمبر سامنے درج ہیں۔

آس پاس سب جگمگا اٹھا (آیت ۱۷)
جلی یوں معلوم ہوتی تھی کہ ان کی نگاہیں اُچک لے جائے گی (آیت ۱۹)
تو تمہیں کڑک نے آلیا (۵۵)
اللہ تمہارے کوتکوں سے بے خبر نہیں (۷۴)
اور ان کے دلوں میں بچھڑا رچ رہا تھا (۹۳)
یہ ان کی خیال بندیاں ہیں (۱۱۱)
سب اُس کے حضور گردن ڈالے ہیں (۱۱۶)
ہماری کرنی ہمارے ساتھ اور تمہاری کرنی تمہارے ساتھ (۱۳۹)
اللہ کی شان نہیں کہ تمہارا ایمان اکارت کرے (۱۴۳)
تو ہوش اُڑ گئے کافر کے (۲۵۸)
چار پرندے لے کر اپنے ساتھ ہلالے (۲۶۰)
اور ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں سہار نہ ہو (۲۸۶)

(۵) **اللہ اور رسول کے مراتب کا لحاظ** :۔ عربی کے لفظ قُل اور دیگر مشتقات کا ترجمہ امام احمد رضا سے پہلے مترجمین نے ہر جگہ قائل کے مرتبے کا لحاظ رکھے بغیر کیا ہے۔ اور بعض نے اُن سے بعد میں بھی اس کا لحاظ نہیں رکھا۔ امام احمد رضا نے ہر جگہ اس کا لحاظ رکھا ہے، چند مثالیں حاضر ہیں۔

(الف) اللہ تعالیٰ کے لیے :

فرمایا اے آدم! بتادے انہیں سب اشیاء کے نام (البقرہ آیت ۳۳)

(ب) رسول اللہ ﷺ کے لیے :

تم فرمادو اللہ ہی کو ہدایت ہدایت ہے (البقرہ آیت ۱۲۰)

اسی آیت میں اس سے آگے کا فرمان کفار کے لیے ہے اُس کے جدا کرنے کے لیے قوسین میں درج کر دیا گیا، (اے سننے والے کسے باشد) یہ احتیاط کی ایک عمدہ مثال ہے۔

(ج) بندوں کے لیے:

اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں (البقرہ آیت ۱۰۴)

اس باریک فرق کا عرفان اور التزام بغیر حُبِ اللہ اور حُبِ رسول ﷺ کے ممکن نہ تھا۔

(۶) احتیاط :۔ کنزالایمان کے مترجم نے کمالِ احتیاط کو ملحوظ رکھا ہے۔ اللہ اور رسول ﷺ کے

مراتب کا لحاظ بھی کمالِ احتیاط کی ہی مثال ہے، جس کا ذکر اوپر ۵ میں گزرا۔ یہاں ایک مثال اور درج کرنا چاہتا ہوں۔

سورۂ البقرہ میں وَلَا یُضَارَّ کَاتِبٌ وَّلَا شَهِیْدٌ ۵ (آیت ۲۸۲) کے دو ترجمے ہو سکتے ہیں اور دونوں ہی صحیح ہوں گے۔

(الف) اور نہ کسی لکھنے والے کو ضرر دیا جائے نہ گواہ کو۔

(ب) نہ لکھنے والا ضرر دے نہ گواہ۔

امام احمد رضا نے دونوں ترجمے درج کیے ہیں۔ جو سیاق و سباق سے زیادہ مطابق بعد تفاسیر سے زیادہ قریب ہے وہ پہلے اور دوسرا قوسین میں۔ اس ترجمے سے پہلے کسی مترجم نے اس بات کا خیال نہیں رکھا اور بعض نے اس کو دیکھنے کے بعد اختیار کیا۔ ظاہر ہے ترجمۂ قرآن میں اس سے زیادہ احتیاط اور کیا ہو سکتی ہے۔

(۷) **سوقیانہ اور بازاری الفاظ سے اجتناب:**۔ اس ترجمے میں رکیک اور مبتذل الفاظ نہیں آئے ہیں۔ یہاں اتنا ہی لکھنا کافی ہے۔ مثال یا سند اس چیز کی دی جاتی ہے جو موجود ہو۔ جو موجود نہ ہو اس کی سند کہاں سے دی جائے۔ سارے ترجمے کو تو نقل نہیں کیا جا سکتا۔

(۸) **سہل ممتنع:**۔ سہل ممتنع کلام کی اس صفت کو کہتے ہیں کہ قاری یا سامع کو یہ گمان ہو کہ میں بھی ایسا کلام کر سکتا ہوں، لیکن جب ارادہ کیا تو نہ کر سکے۔ کنزالایمان میں یہ سب سے بڑی خوبی ہے کہ اس کی سلاست کی وجہ سے ہر عالم یہ خیال کر سکتا ہے کہ میں بھی ایسا ترجمہ کر سکتا ہوں لیکن ابھی تک کسی سے نہیں ہو سکا۔ سنا ہے کہ حضرت محدث اعظم ہند مولانا سید محمد اشرفی کچھوچھوی علیہ الرحمہ کا ترجمۂ قرآن بھی سہل ممتنع کی صفت رکھتا ہے۔

کنزالایمان کی خوبیوں کو واضح کرنے کیلئے ضروری ہے کہ قرآن کریم کے کسی دوسرے اردو ترجمے سے اس کا تقابل کیا جائے۔ اس تقابل کے لیے میں علامہ محمود الحسن صاحب کے اردو ترجمۂ قرآن کو منتخب کرتا ہوں اور اس انتخاب کی وجہ یہ ہے کہ پاکستان اور سعودی عرب کی حکومتوں نے اس ترجمے کو بہت اہمیت دی ہے۔ سعودی عربیہ کے حکمران شاہ فہد بن عبدالعزیز نے اس کی بابت لکھا ہے۔

"یہ اردو ترجمہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی وزارتِ مذہبی امور کی طرف سے معتمد و مصدق ہے اور مشہور علمی شخصیت حضرت مولانا ابو الحسن علی الندوی نے مترجم و مفسر کی عظمت کا اعتراف کیا ہے اور اس ترجمہ و تفسیر کی توثیق ان الفاظ میں کی ہے۔

"اردو زبان میں یہ سب سے اچھا ترجمہ ہے۔ اس کی طباعت و اشاعت ہونی چاہیے۔"

(قرآن مجید مترجم 'ناشر شاہ فہد قرآن شریف کمپلیکس مدینہ منورہ ۱۴۱۳ھ ر ۱۹۹۳ء)

آیئے دیکھیں کہ آلِ سعود کی وفادار مشہور علمی شخصیت کی یہ رائے کس حد تک درست ہے۔ دونوں ترجموں کا تقابلی جائزہ شروع سے لیا جائے گا۔ لیکن جائزے سے پہلے اس ترجمے کے بارے میں چند تعارفی کلمات لکھنے مناسب معلوم ہوتے ہیں۔

علامہ محمود الحسن صاحب نے مقدمے میں جو قرآن کریم کے آخر میں شامل ہے (آلِ سعود کی یہ الٹی چال بھی قابل دید ہے کہ عنوانِ مقدمہ اور جگہ آخر میں۔ یوں بھی مقدمۂ قرآن سورۂ فاتحہ ہے) یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ وہ ترجمہ نہیں کرنا چاہتے تھے 'لیکن احباب مسلسل زور دے رہے تھے۔ اس لیے انہوں نے یہ کیا کہ شاہ عبدالقادر علیہ الرحمہ کے ترجمے کی تسہیل یا تجدید کر دی اور اس کیلئے انہوں نے شاہ صاحب کے ترجمے سے ایسے الفاظ کو بدل دیا جو متروک ہو گئے تھے۔ (اس جائزے کو بغور پڑھنے کے بعد اس دعوے کی اصلیت بھی معلوم ہو جائے گی) مطلب یہ ہوا کہ ترجمہ تو شاہ صاحب کا ہی ہے علامہ نے صرف تجدید کی ہے لیکن یہ غور طلب ہے کہ اس قرآنِ کریم پر مترجم کی حیثیت سے شاہ عبدالقادر صاحب کے بجائے علامہ محمود الحسن کا نام کیوں لکھا جاتا ہے۔ ہر قاری مقدمہ تو پڑھتا نہیں اس لیے سرورق پر مترجم کے نام کا اندراج اس طرح ہونا چاہیے۔

مترجم۔ شاہ عبدالقادر دہلوی علیہ الرحمہ

مجدّد۔ علامہ محمود الحسن صاحب

یہاں یہ بھی عرض کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علامہ نے یہ کام امام احمد رضا کے ترجمے سے ۶ر سال بعد یعنی ۱۳۳۶ھ ر ۱۹۱۸ء میں مکمل کیا تھا اور انہیں کچھ عجلت بھی نہیں تھی۔ بڑے اطمینان سے کام کیا ہے۔ بلکہ حاشیے میں کی گئی نشاندہی کے مطابق بعض سورتوں کا ترجمہ مالٹا جیل میں بھی ہوا، جہاں فرصت ہی فرصت تھی۔ پھر بھی سورۂ فتح کی ۲۹ر آیتوں کی تجدید میں ۵ر دن اور سورۂ ق کی ۴۰ر آیتوں کی تجدید میں دو دن لگے۔ سورۂ حجرات کی ۲۸ر آیات کی تجدید ایک دن میں ہی ہو گئی۔

قارئین کرام یہ بھی ذہن نشین کر لیں کہ شاہ عبدالقادر علیہ الرحمہ نے قرآنِ کریم کا اردو ترجمہ ۱۲۰۵ھ مطابق ۱۷۹۰ء میں کیا تھا یعنی شمسی حساب سے اب سے ۲۱۰ر برس پہلے اور قمری حساب سے ۲۱۶ر سال قبل۔ اب دونوں ترجموں کا تقابلی جائزہ ملاحظہ فرمائیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

یہ کوئی انکشاف نہیں ہے بلکہ سبھی جانتے ہیں کہ امام احمد رضا کے ترجمے سے پہلے اس آیت کا

ترجمہ جس نے بھی کیا اس نے لفظ "شروع" کو مقدم رکھا۔ یعنی اللہ کے نام سے آغاز کرنے کے بجائے لفظ "شروع" سے آغاز کیا۔ امام احمد رضا پہلے مترجم قرآن تھے جنھوں نے واقعی "اللہ" کے نام سے ترجمے کا آغاز کیا۔ اُن کا ترجمہ یہ ہے۔

"اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا"

علامہ محمود الحسن صاحب کو ٦ ر برس بعد بھی اس کی توفیق نہیں ہوئی کہ ایک صدی سے زیادہ مدت سے چلی آرہی خامی کو درست فرمالیتے۔ غرض امام احمد رضا کے ترجمے کی بسم اللہ ہی نہایت خوب اور لاثانی ہے۔

سورۂ فاتحہ

آیت ٦ ۔ علامہ صاحب نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔

"بتلا ہم کو راہ سیدھی"

(ایسا معلوم ہوتا ہے کہ علامہ کے نزدیک بھی اور علی میاں ندوی مذکور کے نزدیک بھی "بتلا" "بتا" کے مقابلے میں زیادہ فصیح ہے) شاہ صاحب نے اس آیت کا ترجمہ کیا تھا۔

"چلا ہم کو راہ سیدھی"

دل پر ہاتھ رکھ کر ایمانداری سے جواب دیجئے کہ علامہ نے شاہ صاحب کے ترجمے کی تجدید کی ہے یا تخریب۔ راقم السطور اس بارے میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ کسی مجہول منکرِ حدیث (چکڑالوی) کا ایک قول اس بابت نقل کرنا کافی معلوم ہوتا ہے، لکھتا ہے۔

"دکھا ہم کو راہ سیدھی" "بتلا ہم کو راہ سیدھی" اس پر غیر مسلم معترضین کا اعتراض ہے کہ جب رسولِ مقبول خود ساری عمر سیدھی راہ دیکھنے کے لیے دعا ہی کرتے رہے، دیکھی نہیں تو آپ دوسروں کو سیدھی راہ کیا بتا سکتے تھے؟"

(تفسیر القرآن بالقرآن، مصنف نامعلوم، ناشر ادارہ بلاغ القرآن، کمن آباد، لاہور، سنہ اشاعت ندارد صفحہ ۵)

اس آیت کے سب سے اچھے ترجمے (بقول علی میاں ندوی) کو آپ نے ملاحظہ فرمالیا۔ اب امام احمد رضا فاضل بریلوی کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے، لکھتے ہیں۔

"ہم کو سیدھا راستہ چلا"

یہ ایسا بے داغ ترجمہ ہے، جس پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ الفاظ کی ترتیب بھی نثر کے عین مطابق ہے۔ غور کیجئے اس سے بہتر ترجمہ کیا ہو سکتا ہے۔

سورۂ البقرہ

آیت ۲۷ کے ایک جز کا ترجمہ علامہ محمود الحسن صاحب نے یہ کیا ہے۔

"پھر لگے ایک دوسرے پر دھرنے"

کیا دھرنے لگے؟ یہ کچھ پتہ نہیں۔ اگرچہ شاہ عبد القادر صاحب نے بھی یہی ترجمہ کیا تھا؟ لیکن وہ ۱۷۹۰ء کی بات تھی، جب اردو زبان تشکیلی دور سے گزر رہی تھی اور کسی علمی کام کے قابل نہیں ہوئی تھی، زیادہ سے زیادہ قصے کہانیوں کی ادائیگی کی اہلیت رکھتی تھی۔ اس کے علاوہ شاہ صاحب نے لفظی ترجمہ کیا تھا؟ لیکن مبینہ طور پر اردو زبان میں سب سے اچھے مترجم قرآن کو کیا ہوا تھا کہ شاہ صاحب کے صاف ترجمے کی تسہیل کرتے تھے اور مبہم ترجمے کو باقی رکھتے تھے۔ اس کے برعکس امام احمد رضا کا ترجمہ دیکھئے کس قدر صاف اور واضح ہے۔

"ایک دوسرے پر اس کی تہمت ڈالنے لگے"

آیت ۹۰ کے ایک حصے کا ترجمہ علامہ نے اس طرح کیا ہے۔

"سو کما لائے غصے پر غصہ"

معلوم نہیں اردو کے کس علاقے کا روزمرہ ہے۔ امام احمد رضا نے اس جز کا ترجمہ یوں کیا ہے:

"تو غضب پر غضب کے سزاوار ہوئے"

آیت ۱۳۰ علامہ محمود الحسن نے ایک حصے کا ترجمہ یوں کیا ہے۔

"مگر وہی جس نے احمق بنایا اپنے آپ کو"

امام احمد رضا اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔

"سوا اس کے جو دل کا احمق ہے"

دونوں ترجمہ کا فرق واضح ہے،

آیت ۱۷۸ کا ترجمہ شاہ عبد القادر صاحب نے اس طرح کیا تھا۔

"اے ایمان والو! حکم ہوا تم پر بدلہ برابر مارے گیوں میں"

حضرت علامہ کو اس ترجمے میں خامی نظر آئی تو اس کی اصلاح اس طرح کی۔

"اے ایمان والو! فرض ہوا تم پر (قصاص) برابری کرنا مقتولوں میں"

لفظ قصاص کو اس طرح قوسین میں لکھا گیا ہے جیسے یہ لفظ قرآن کے متن میں نہ ہو اور مترجم نے اپنی طرف سے اضافہ کیا ہو۔ جبکہ لفظ "قصاص" متن قرآن مجید میں موجود ہے۔ (سبحان اللہ زبان کا

عرفان ہو تو ایسا ہو) اور سوا سو سال کے بعد بھی شاہ صاحب کے ترجمے کو کوئی ترقی نہیں دے سکے۔ امام احمد رضا نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔

"اے ایمان والو! تم پر فرض ہے کہ جو ناحق مارے جائیں اُن کے خون کا بدلہ لو"

کسی تبصرے کی ضرورت نہیں۔ ترجمے خود بول رہے ہیں۔

آیت ۱۷۹ کے ایک حصے کا ترجمہ علامہ نے شاہ صاحب کے ترجمے میں اصلاح اور ترمیم کر کے یوں کیا ہے۔

"تمہارے واسطے قصاص میں بڑی زندگی ہے"

امام احمد رضا آیت کے اس جز کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں۔

"اور خون کا بدلہ لینے میں تمہاری زندگی ہے"

آیت ۱۸۰ حضرت علامہ نے اس آیت کے ایک حصے کا ترجمہ شاہ صاحب کے ترجمے کے دو لفظ بدل کر یوں کیا ہے۔

"فرض کر دیا گیا جب حاضر ہو کسی کو تم میں موت"

اور امام احمد رضا نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے۔

"تم پر فرض ہوا کہ جب تم میں سے کسی کو موت آئے"

آیت ۱۹۱ کے ایک جز کا ترجمہ کرتے ہوئے علامہ صاحب رقم طراز ہیں۔

"اور دین سے بچلانا مار ڈالنے سے بھی زیادہ سخت ہے"

یہاں بچلانا گمراہ کرنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یہ لفظ شاہ صاحب نے بھی استعمال کیا تھا؟ لیکن وہ عہد دوسرا تھا۔ ۱۷۹۰ء اور ۱۹۱۷ء کی اردو میں کچھ تو فرق ہو گا۔ یوں بھی علامہ صاحب شاہ صاحب کے ترجمے کی اصلاح کیلئے ہمہ وقت تیار نظر آتے ہیں، لیکن ان سے اس لفظ کو نہیں بدلا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اُنکے روزمرے میں شامل تھا۔ کیونکہ انہوں نے اس آیت کے علاوہ بھی اس لفظ کو دو شکلوں میں استعمال کیا ہے۔ (آیت ۲۰۹ میں "بچلنے لگو" اور آیت ۲۱۷ میں "دین سے بچلانا") قارئین کرام اس بات کو ذہن میں رکھیں۔ سورہ الانعام کے ترجمے کا جائزہ لیتے وقت اس بارے میں مزید کچھ عرض کیا جائے گا۔

اب ملاحظہ آیت کے اس جز کا امام احمد رضا کا کیا ہوا ترجمہ۔

"اور اُن کا فساد تو قتل سے بھی سخت ہے"

آیت ۱۹۶ علامہ محمود الحسن صاحب ترجمہ فرماتے ہیں۔

"یہ حکم اس کے لیے ہے جس کے گھر والے نہ رہتے ہوں مسجد حرام کے پاس"

اس کا یہ مطلب بھی لیا جا سکتا ہے کہ یہ حکم اُن کے لیے ہے جس کے گھر والے مسجد حرام سے کچھ فاصلے پر رہتے ہوں؟ لیکن کتنے فاصلے پر رہنے والوں پر یہ حکم نافذ ہوگا اس کی صراحت نہیں ہے۔ اس لیے علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب کو حاشیے میں اس ترجمے پر خامہ فرسائی کرنی پڑی۔ مگر افسوس کہ بات پھر بھی نہیں بنی۔ امام احمد رضا نے اس ترجمہ یوں کیا ہے۔

"یہ حکم اُس کے لیے ہے جو مکہ کا رہنے والا نہ ہو"۔

آیت ۱۹۷ ۔ علامہ صاحب نے اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔

"اور زادِ راہ لے لیا کرو کہ بیشک بہتر فائدہ زادِ راہ کا بچنا ہے سوال سے"

اس آیت کا ترجمہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے اس طرح کیا تھا۔

"اور خرچ راہ لے لیا کرو کہ خرچ راہ میں بہتر ہے"

شاہ صاحب کا ترجمہ بالکل صاف ہے۔ نہ سمجھنے میں کوئی دشواری نہ کسی متروک لفظ سے بوجھل، لیکن حضرت علامہ کو تو تجدید کے نام پر جدّت سے کام لینا تھا اس لیے نیا ترجمہ کیا اور محاورے سے کوسوں دور۔ اس اردو نویسی کی داد ہر اُردو داں کو دینی چاہیے۔ اس کے بعد مترجم کے علم و فضل کو بھی آفریں کہنا چاہیے کہ انہوں نے لفظ "تقویٰ" کا ترجمہ "بچنا" کیا۔ بے شک اب ایسے مترجم کہاں پیدا ہوں گے۔

امام احمد رضا نے اس کا ترجمہ یوں کیا۔

"اور توشہ ساتھ لے لو کہ سب سے بہتر توشہ پرہیزگاری ہے"

اردو کے (بقول شخصے) سب سے اچھے ترجمے کے مقابلے اس ترجمے کی بلاغت پر غور فرمایئے۔

آیت ۲۱۴ ۔ حضرت علامہ نے ترجمہ فرمایا۔

"اور جھڑ جھڑا گئے"

شاہ صاحب نے بھی یہی ترجمہ کیا تھا۔ لیکن شاہ صاحب کے ترجمہ میں سیکڑوں جگہ اصلاح کرنیوالے قرآن کے اردو میں سب سے اچھے مترجم (بقول شخصے) کو ۱۳۰۹ر قمری سال کے بعد بھی اس لفظ کی جگہ لانے کیلئے کوئی رائج لفظ نہیں ملا۔ جبکہ آیت ۱۹۷ ۔ کے ترجمے میں بلا ضرورت اصلاح اور ترمیم کردی (دیکھئے اس سے پہلی آیت) امام احمد رضا اُن سے ۶ ربرس پہلے ہی اس لفظ کو بدل چکے تھے۔ انہوں نے ترجمہ فرمایا تھا۔

"اور ہلا ہلا ڈالے گئے"

آیت ۲۱۵ ۔ علامہ صاحب کا ترجمہ ہے۔

"کہہ دو کہ جو کچھ تم خرچ کرو مال سو ماں باپ کے لیے اور قرابت والوں کے اور یتیموں کے اور محتاجوں کے اور مسافروں کے"

کسی کو کوئی شک نہیں ہونا چاہیے جملہ آخر تک نقل کیا گیا ہے۔ اس کے بعد دوسرا جملہ ہے۔ گویا مترجم کے نزدیک یہ جملہ پورا ہو گیا۔ یہاں چند سوال پیدا ہوتے ہیں۔

(الف) کیا ایک عام اُردو داں کے نزدیک یہ جملہ صحیح ہے؟

(ب) کیا ۱۹۱۸ء میں یہی زبان بولی اور لکھی جاتی تھی؟

(ج) اچھا ترجمہ تو کجا کیا اس کو اچھی اردو بھی کہہ سکتے ہیں؟

اور مزے کی بات یہ ہے کہ یہ ترجمہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے ترجمہ کی اصلاحی شکل ہے۔

اب دیکھیے کنزالایمان کا ترجمہ۔

"تم فرماؤ جو کچھ مال نیکی میں خرچ کرو تو وہ ماں باپ اور قریب کے رشتے داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور راہ گیروں کے لیے ہے۔"

آیت ۲۲۰ ← علامہ صاحب نے یوں ترجمہ کیا۔

"کہہ رے سنوارنا اُن کے کام کا بہتر ہے"

امام احمد رضا نے یوں ترجمہ کیا: "تم فرماؤ ان کا بھلا کرنا بہتر ہے"

اندازہ کیجئے کہ دونوں ترجموں میں کس کے دل میں اللہ کے محبوب ﷺ کی کتنی عزت اور عظمت تھی۔

آیت ۲۵۱ ← علامہ نے ترجمہ فرمایا۔

"اور اگر نہ ہو تا دفع کرا دینا اللہ کا ایک دوسرے سے تو خراب ہو جاتا ملک"

خط کشیدہ ٹکڑے پر غور کیجئے۔ کیا "اللہ کا دفع کرا دینا" ٹکڑے سے ایک فاسد معنی پیدا نہیں ہو سکتے؟ جیسے کوئی کہے کہ "اس جھگڑے کا دفع کرا دینا ہی بہتر ہے" یا "بیماری کا دفع کرانا اطباء کا کام ہے" غالباً بعض لوگوں کے نزدیک سب سے اچھے ترجمے کا معیار یہی ہے۔ یہ ترجمہ بھی شاہ عبدالقادر علیہ الرحمہ کے ترجمے میں اصلاح اور ترمیم کے بعد کیا گیا ہے۔ جس میں فاسد معنی کا احتمال نہیں تھا۔ اُن کا ترجمہ ہے۔

"اور اگر دفع نہ کرواوے اللہ لوگوں کو ایک سے تو خراب ہو جاوے ملک"

اور امام احمد رضا کا ترجمہ یہ ہے۔

"اور اگر لوگوں میں بعض سے بعض کو دفع نہ کرے تو ضرور زمین تباہ ہو جائے"

باقی آئندہ......انشاءاللہ

تصنیفاتِ امام احمد رضا کے عربی خطبات اور ان کے محاسن و کمالات

مولوی عبد السلام رضوی مہوا کھیڑوی، خادمِ تدریس جامعہ نوریہ رضویہ۔ بریلی شریف

مجددِ دین و ملت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جملہ مصنّفات کے اسماء تاریخی اور عربی ہیں۔ اور مسجع و دلچسپ بھی اس پر مزید یہ کہ ان اسماء سے جہاں تاریخِ تصنیف کا علم ہوتا ہے، موضوعِ تصنیف سے بھی آگاہی ہو جاتی ہے نیز آپ نے اپنی اکثر و بیشتر تصانیف کا آغاز خود اپنے تصنیف کردہ عربی خطبات سے فرمایا ہے جو حمد و صلوٰۃ اور خدائے عزوجل اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف و کمالات کے عمدہ بیان پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اور ان میں موضوعِ تصنیف کی جانب بھی اشارہ ہوتا ہے۔ بلکہ بعض میں تو اس مسئلہ ہی کو اجمالاً بیان کر دیا جاتا ہے جس کے لئے تصنیف عمل میں آئی۔

مصنفاتِ رضویہ کے ان خطبات میں بلندیٔ تخیلات بھی ہے، ندرتِ افکار بھی۔ الفاظ کا شکوہ بھی ہے، معانی کی عظمت بھی۔ زبان و بیان کی حلاوت بھی ہے، والہانہ ارادت و عقیدت بھی۔ مضامین کا تنوع بھی ہے، عظمتِ خدا اور رسول کا کامل لحاظ و پاس بھی۔ پاکیزہ استعارات بھی ہیں، خوبصورت تشبیہات بھی۔ فصاحت و بلاغت کی روح بھی ہے، صنائع و بدائع کا حسن بھی۔ اور براعتِ استہلال و صنعتِ سجع کا تو تمام ہی خطبات میں التزام ملتا ہے۔ یہ خطبات بلا مبالغہ عربی زبان و ادب کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔

امام احمد رضا کی لغاتِ عرب پر وسیع النظری اور استحضار کا یہ عالم ہے، کہ فتاویٰ رضویہ کی بارہ مجلدات میں ایک سو تریپن رسائل ہیں لیکن سب کے خطبات جداگانہ ہیں۔ اور ہر خطبہ میں رسالہ کے موضوع سے مناسبت بھی موجود، اور صنعتِ سجع بھی مقصود۔ بلاشبہہ نظم کے اعتبار سے "حسان الھند" اور "امام الکلام" کے القاب آپ کیلئے زیبا ہیں تو نثر کے لحاظ سے "سحبان الھند" کا وصف بجا طور پر آپ شایان ہے۔

مثال کے طور پر جلد خامس کے یہ خطبات ملاحظہ کریں۔

(۱) لَكَ الْحَمْدُ رَبَّ الْأَرْبَاب، صَلِّ عَلَى الْحَبِيْبِ الْأَوَّاب، وَسَلِّمْ مَعَ الْآلِ وَالْأَصْحَاب، وَاهْدِنَا لِلْحَقِّ وَالصَّوَاب، آمين۔ اِلٰهَنَا الْوَهَّاب

[رسالہ عباب الانوار ان لانکاح بمجرد الاقرار جدید ایڈیشن ص ۹۴]

(۲) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الطِّیْنِ بَشَرًا، وَجَعَلَ لَہٗ نَسَبًا وَّ صِہْرًا، وَ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالسَّلَامُ علیٰ سَیِّدِالْاَنام، وَاٰلِہِ الْکِرَام، وَصَحْبِہِ الْعظام، عَلَی الدوام۔

[ھبۃ النساء فی تحقیق المصاھرۃ بالزنا ص ۳۴۴]

(۳) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَرْتَضِ الطَّیِّبَاتِ اِلَّا لِلطَّیِّبِیْنَ الْاَخْیَار، وَتَرَکَ الْخَبِیْثِیْنَ لِلْخَبِیْثَاتِ الْاَقْذار، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلیٰ مَنْ اَمَرَنَا بِالتَّجَنُّبِ عَنْ کِلَابِ النَّار، وَعَلیٰ اٰلِہٖ وَصَحْبِہِ الشَّاھِرِیْنَ سُیُوْفَھُمْ عَلیٰ رُؤُسِ الْمُبْتَدِعِیْنَ الْفُجَّار۔

[رسالہ ازالۃ العار، بحجر الکرائم عن کلاب النار ص ۲۵۷]

(۴) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْمُنْعِمِ عَلَیْنَا فِی الْمُعَجَّلِ وَالْمُؤَجَّل، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلیٰ مَنْ خَتَمَ دَفْتَرَ الرِّسَالَۃِ وَسَجَّل، وَعَلیٰ اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَجَمِیْعِ اَہْلِ بَیْتِہِ الْمُبَجَّل۔

[رسالہ البسط المسجل، فی امتناع الزوجۃ بعد الوطی للمعجل ص ۲۶۸]

(۵) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن۔ وَاَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالسَّلَامِ عَلَی السَّیِّدِ الْاَمِیْن۔ اَلَّذِیْ قَالَ لَہٗ رَبُّہٗ فَسَلٰمٌ لَکَ مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْن، اَجَلَّہٗ اِجْلَالًا وَّعَزَّزَہٗ تَعْزِیْزًا۔ وَجَعَلَ تَعْلِیْقَاتِ مَوَاعِیْدِ فَضْلِہٖ فِیْ حَقِّ اُمَّتِہٖ تَنْجِیْزًا، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ وَسَلَّمَ عَلَیْہِ وَعَلیٰ اٰلِہٖ وَصَحْبِہِ المیامین۔ عَدَدَ کُلِّ برو فاجر وبر وحنث وعھد ویمین۔

[رسالہ الجوھر الثمین، فی علل نازلہ المین ص ۹۳۸]

فصیح وبلیغ زبان حمد وصلوٰۃ ونعت ومنقبت رقم کرنا یقیناً کمال ہے۔ لیکن چند مخصوص الفاظ کی پابندی کے ساتھ یہ خدمت انجام دینا، اوران الفاظ کو کمال حسن وخوبی کے ساتھ عبارت میں فٹ کرنا بلاشبہ اس سے بھی بڑا کمال ہے۔ اور بفضلہٖ تعالیٰ یہ کمال بوجہ کمال وتمام سرکار اعلیٰ حضرت کو حاصل تھا۔

چنانچہ فتاویٰ رضویہ جلد اوّل کے خطبہ میں آپ نے بطور ایہام وتوریہ تو ے فقہی کتابوں کے نام ذکر فرمائے۔ حضرت مولانا قاضی عبدالدائم صاحب دائم خانقاہ نقشبندیہ، ہری پور، پاکستان نے اس خطبہ کے بارے میں بہت ہی خوبصورت تبصرہ فرمایا ہے۔

"تاہم ان میں سب زیادہ حیرت انگیز فتاویٰ رضویہ کا عربی خطبہ ہے۔ جو بلاشبہ فصاحت وبلاغت کا ایک اچھوتا شاہکار ہے۔ دلکش اشارات، روشن تلمیحات، خوبصورت استعارات اور خوشنما تشبیہات پر مشتمل اس بلاغت پارے کی خصوصیت یہ ہے کہ خطبہ کے جملہ لوازمات ومناسبات یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد، رسول اللہ ﷺ کی تعریف، صحابہ اور اہل بیت کی مدح، رسول اللہ ﷺ اور ان کے اہل بیت پر درود سلام

یہ تمام چیزیں کتبِ فقہ اور ائمہ کے ناموں سے ادا کی گئی ہیں۔ یعنی کتب فقہ کے ناموں اور ائمہ کے اسمائے گرامی کو اس طرح ترتیب دیا گیا ہے کہ کہیں حمد کے غنچے چٹک اٹھے ہیں، کہیں نعت کے پھول کھل پڑے ہیں، کہیں منقبت کے گجرے بن گئے ہیں اور کہیں درود سلام کی ڈالیاں تیار ہو گئی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ جملہ محسنات بدیعیہ از قسم براعتِ استہلال اور رعایت سجع وغیرہ پوری طرح ملحوظ رکھی گئی ہیں۔ اتنی قیودات اور پابندیوں کے باوجود خطبہ کی سلاست و روانی میں ذرہ برابر فرق نہیں پڑا۔ نہ جملوں کی ساختگی میں کہیں جھول پیدا ہوا۔ نہ تراکیب کی برجستگی میں کوئی خلل واقع ہوا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ط وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔"[۱]

آپ نے مارہرہ مطہرہ میں اپنے پیر و مرشد کے حکم اقدس پر شجرۂ عالیہ قادریہ، برکاتیہ، بصیغۂ درود شریف تحریر فرمایا۔ جس میں آپ نے سلسلۂ عالیہ کے ۳۷ بزرگانِ دین کے اسمائے گرامی اور اپنا نامِ اقدس حتّٰی کہ مارہرہ مطہرہ کا نام بھی ذکر فرمایا۔ اور ان ناموں کو اس حسن و خوبی کے ساتھ سلکِ عبارت میں نظم فرمایا کہ دیکھنے والا حیرت میں ڈوب جاتا ہے اور اسے برملا اعتراف کرنا پڑتا ہے ؎

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مسلّم — جس سمت آگئے ہو، سکے بٹھا دیے ہیں

آپ کی نادر و حسین عبارت بندی سے ایسی معنویت پیدا ہو گئی ہے کہ کہیں تو خود یہ نام ہی حضور اقدس ﷺ کی نعت و ثنا بن گئے ہیں۔ اور کہیں نعتیہ جملوں کا جزء بنے ہوئے ہیں۔

پھر تعجب یہ ہے کہ آپ نے یہ شجرہ قلم برداشتہ تحریر فرمایا۔ چنانچہ المیزان کے "امام احمد رضا نمبر" میں اس شجرے کی قلمی تحریر کا جو عکس دیا گیا ہے اس کی پیشانی پر یہ عبارت مرقوم ہے:

فوٹو اسٹیٹ شجرۂ عالیہ، قادریہ، برکاتیہ، مارہرہ شریف، جسے امام احمد رضا نے اپنے مرشد کی فرمائش پر بہ صیغۂ درود شریف قلم برداشتہ تحریر فرمایا۔ فقیر قادری، سید مصطفٰی حیدر حسن برکاتی، سجادہ نشین درگاہ برکاتیہ، مارہرہ ایٹہ۔

یہاں نمونہ کے طور پر اس شجرہ کا ابتدائی حصہ مع ترجمہ نقل کیا جاتا ہے۔ جس میں یہ اسمائے گرامی شامل ہیں۔ حضرت سیدنا علی مرتضٰی، حضرت سیدنا امام حسین، حضرت سیدنا امام زین العابدین، حضرت سیدنا امام محمد باقر، حضرت سیدنا امام جعفر صادق، حضرت سیدنا امام موسیٰ کاظم، حضرت سیدنا امام علی رضا، حضرت سیدنا شیخ معروف کرخی، حضرت سیدنا سری سقطی، حضرت سیدنا شیخ جنید بغدادی، حضرت سیدنا شیخ ابوبکر شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰی رَفِیْعِ الْمَکَان الْمُرْتَضٰی عَلِیِّ الشَّان ۔ اَلَّذِیْ رُجَیْلٌ مِنْ اُمَّتِہٖ خَیْرٌ مِنَ الرِّجَالِ مِنَ السَّالِفِیْن ۔ وَحُسَیْنٌ مِنْ زُمْرَتِہٖ اَحْسَنُ مِنْ کَذَاوَکَذَا حَسَنًا مِنَ السَّابِقِیْن ۔ اَلسَّیِّدُالسَّجَّادُ زَیْنُ الْعَابِدِیْن ۔ بَاقِرُ عُلُوْمُ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْن ۔ سَاقِیَ الْکَوْثَر ۔ مَالِکُ تَسْنِیْمِ وَّجَعْفَر ۔ اَلَّذِیْ یَطْلُبُ مُوْسَی الْکَلِیْمُ رِضَا رَبِّہٖ بِالصَّلٰوۃِ علیہ ۔ وَیَذْھَبُ اِبْرَاھِیْمُ الْخَلِیْل لِطَلَبِ مَعْرُوْفِ جُوْدِہٖ اِلَیْہ ۔ اَلسَّرِیُّ السَّارِیْ سِرُّہٗ فِیْ ذَرَّاتِ الْاَکْوَان ۔ اَلْغَالِبُ جُنَیْدٌ مِنْ جُنُوْدِہٖ عَلٰی جُیُوْشِ الْجَوْرِ وَالْعُدْوَان ۔ اَصْلُ الْمُرَاد ۔ مِنْ عَالَمِ الْاِیْجَاد ۔ اَلَّذِیْ لَہٗ اَنْ یَّقُوْلَ لِاٰدَمَ وَمَنْ دُوْنَہٗ نَجْلِیْ ۔ وَلِکُلِّ اَسَدٍ مِنْ اُسُدُ اللّٰہِ شِبْلِیْ ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

ترجمہ :۔ اے اللہ درود و سلام اور برکت نازل فرما ہمارے آقا و مولیٰ، برگزیدہ، بلند مرتبہ، پسندیدہ، والا شان محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر، جن کی اُمت اجابت کا ایک ادنیٰ آدمی بھی گذشتہ امتوں کے مردانِ کامل سے بہتر ہے۔ اور جن کی جماعت کا معمولی خوبیوں والا بھی امم سابقہ کے بہت سے اچھوں سے اچھا ہے۔ جو سردار بہت عبادت گزار، عابدوں کی زینت ہیں۔ انبیاء و مرسلین کے علوم کے ماہر ہیں۔ لوگوں کو حوضِ کوثر سے سیراب فرمانے والے، جنت کی نہر تسنیم اور نہر جعفر کے مالک ہیں۔ موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام جن کی بارگاہ میں درود بھیج کر اپنے رب کی رضا چاہتے ہیں اور ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جن کی داد و دہش کی بھلائی حاصل کرنے کے لئے ان کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ایسے سردار جن کا بھید کائنات کے ذرّہ ذرّہ میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ جن کے لشکروں میں سے چھوٹا لشکر بھی ظلم و سرکشی کے لشکروں پر غالب ہے۔ عالمِ ایجاد میں جنکی ذاتِ اقدس اصل مقصود ہے۔ جن کے لئے شایاں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ کو اپنی اولاد کہیں۔ اور اللہ کے شیروں میں سے ہر شیر کو اپنا شیر فرمائیں۔

مارہ مطہرہ کا نام اس طرح ذکر فرمایا :

اَللّٰھُمَّ وَعَلٰی اَصْحَابِہٖ العظام ۔ وَمَشَائِخِنَا الْکِرَام ۔ وَعَلَیْنَا مَعَھُمْ یَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام ۔ مَارَھْرَۃَ اَقْمَارُ الْیَقِیْن ۔ فِیْ مَھْمَہٖ صُدُوْرِ الْعَارِفِیْن ۔ آمین

ترجمہ : اے اللہ! اور رحمت نازل فرما حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابۂ عظام اور ہمارے مشائخ کرام پر۔ اور اے جلال وبزرگی والے ان کے ساتھ ہم پر بھی رحمت نازل فرما۔ جب تک عارفین کے کشادہ سینوں میں یقین کے ماہتاب درخشاں رہیں۔ آمین

مخصوص الفاظ کی پابندی کے ساتھ حمد وصلوٰۃ لکھنے کا یہ کمال ان خطبات میں بھی جلوہ گر نظر آتا ہے۔ اس شجرۂ عالیہ کا ذکر تو بطور توطئہ و تمہید تھا۔ ہم یہاں پر اپنے عنوان کے مطابق امام اہلسنت کے چند رسائل کے خطبات پیش کرنا چاہتے ہیں۔ جو فتاویٰ رضویہ کی جلدوں میں شامل ہیں۔ لیکن پہلے ان صنائع کی وضاحت مناسب ہوگی جن کی نشان وہی ان خطبوں میں کی جائیگی۔

براعتِ استہلال : ابتدائے کلام کا مقصود کے مناسب ہونا۔ بہ الفاظِ دیگر مصنف کا اپنی تالیف کے آغاز میں مقصود کو شروع کرنے سے پہلے ایسی عبارت لانا جس سے اجمالاً مقصود کی طرف اشارہ ہو جائے۔ ۲؎

سجع : نثر کے دو فاصلوں (دو فقروں کے آخری کلمات) کا حرفِ اخیر میں متفق ہونا۔ ۳؎

استعارہ : کسی لفظ کے معنیٔ حقیقی ترک کر کے اسے مجازی معنی میں استعمال کرنا جبکہ دونوں میں تشبیہ کا تعلق ہو ۴؎

ایہام : (کلام میں) ایک ایسا لفظ لانا جس کے دو معنی ہوں۔ اور کسی قرینے سے جو معنی وہاں فوراً سمجھ میں آتا ہو وہ مقصود نہ ہو۔ بلکہ دوسرا معنی مقصود ہو ۵؎

تلمیح : کلام میں کسی آیت، یا حدیث یا کسی مشہور شعر یا کسی عام کہاوت یا کسی مشہور واقعہ کی طرف اشارہ کرنا ۶؎

اقتباس : قرآنِ حکیم یا حدیث شریف کا کوئی حصہ اپنے کلام میں شامل کرنا اس صراحت کے بغیر کہ یہ قرآن و حدیث کا حصہ ہے۔ اقتباس کی دو صورتیں ہیں۔

اوّل یہ کہ مقتبس قرآن و حدیث کے اس حصے کو اسکے معنیٔ اصلی پر استعمال کرے جیسے اس شعر میں۔

وَاِنْ تَبَدَّلَتْ بِنَا غَیْرَنَا — فَحَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْل

یعنی اے محبوب! اگر تو نے اپنی صحبت کیلئے ہماری جگہ دوسرے کو اختیار کر لیا تو اللہ ہمیں کافی ہے اور بہت اچھا کارساز ہے۔ مصرعۂ ثانیہ آیتِ قرآنی "وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْل" سے اقتباس ہے اور اپنے معنیٔ اصلی پر ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ مُقتبِس معنیٰ اصلی سے نقل کر کے دوسرے معنیٰ میں استعمال کرے جیسے اس قول میں۔

لَئِنْ اَخْطَأْتُ فِی مَدْحِكَ ÷ مَا اَخْطَأْتَ فِی مَنْعِیْ

لَقَدْ اَنْزَلْتُ حَاجَاتِی ÷ بِوَادٍ غَیْرِ ذِی زَرْعٍ

یعنی اے مخاطب بے شک میں نے تیری تعریف کر کے خطا کی۔ (اس لئے کہ تو مستحق تعریف نہیں تھا) لیکن تو نے مجھے صلہ وانعام نہ دیکر کوئی خطا نہیں کی (کیونکہ میں غیر مستحق کی تعریف کرنیکی وجہ سے اس کا سزاوار تھا۔)

میں نے اپنی حاجتیں ایسی بارگاہ میں پیش کیں جہاں کوئی خیر اور نفع نہیں۔ آخری مصرعہ اس ارشاد قرآنی سے مقتبس ہے "رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ۔" لیکن ارشاد قرآنی میں اس کے معنیٰ بے آب وگیاہ وادی ہے۔ اور شاعر نے اس سے مراد لی ہے "ایسی بارگاہ میں کوئی خیر و نفع نہیں ۷۔"

اب چند رسائل رضویہ کے خطبات مع ترجمہ اور ان کے کچھ محاسن وخوبیاں ذکر کی جاتی ہیں۔

رسالہ اَلنُّوْرُ وَالنَّوْرَقُ لِاِسْفَارِ الْمَاءِ المطلق (جلد اوّل جدید صفحہ ۴۰۸)

۱۳۳۴ھ

یعنی "مائے مطلق کی توضیح کیلئے نور اور رونق"

اس رسالہ میں ان امور کا بیان کیا گیا ہے۔ مائے مطہر، مائے طاہر غیر مطہر، مائے نجس، مائے مختلف فیہ اور مائے مطلق ومقید کی تعریفات۔ اب خطبہ ملاحظہ کریں تاکہ رسالہ کے موضوع سے خطبہ کی مناسبت معلوم ہوسکے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُوْرًا لِیُطَهِّرَ نَابِهٖ تَطْهِیْرًا ۔ حَمْدًا مطلقًا غَیْرَ مُقَیَّدٍ بِعَدَدٍ اَوْ اَمَدٍ دَائِمًا كَثِیْرًا كَثِیْرًا ۔ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَى الطَّیِّبِ الطَّاهِرِ الطَّهُوْرِ الْمُطَهِّرِ الْمُفَضَّلِ عَلَى الْخَلْقِ فَضْلًا كبیرا ۔ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَاَبْنِهٖ وَحِزْبِهٖ مَا اَمْطَرَتِ السُّحُبُ مَاءً نَمِیْرًا ۔ آمین

ترجمہ:۔ ہر حمد اللہ کیلئے ہے جس نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی اتارا کہ اس کے ذریعہ ہمیں خوب صاف ستھرا فرمادے۔ حمدِ مطلق، عدد وحد کی قیود سے آزاد، ہمیشہ ہمیشہ، کثیر در کثیر۔ اور درود وسلام نازل ہو ظاہری وباطنی آلودگیوں سے پاک، خوب صاف ستھرے، پاک فرمانے والے، مخلوق پر

عظیم الشان فضیلت رکھنے والے رسول پر۔ اور آپ کی اولاد، صحابہ، شاہزادے اور گروہ پر بھی۔ جب تک بادل صاف پانی برسائیں۔ آمین

خطبۂ ھذا زبان وبیان کے حسن وجمال اور فصاحت وبلاغت کی خوبی وکمال کے ساتھ ساتھ مسجع ومرصع بھی ہے۔ کہ خطبہ کے ہر دو جملوں کے آخری کلمے حرفِ اخیر میں متفق ہیں۔ اوّل ودوّم کے لفظ تطہیر اور لفظ کثیرا حرف "را" پر متفق ہیں۔ اسی طرح سوم وچہارم کے لفظ کبیر اور نمیرا بھی۔ اور الفاظِ طہور، مطلق، مقید، مُظہّر کے ذکر میں براعت استہلال ہے کہ الفاظ اس رسالہ کے مباحث کے مناسب ہیں۔ "أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا" میں صنعت اقتباس ہے کہ یہ اللہ عزوجل کے ارشادِ اقدس "وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا" سے مقتبس ہے۔ اور لِيُطَهِّرَنا بِهٖ کے ذکر میں اس ارشاد باری تعالیٰ کی طرف تلمیح ہے "وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لِيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ۔

رسالہ، حَاجِزُ الْبَحْرَيْن ، الواقی عَنْ جَمْعِ الصَّلَاتَین (جلد ثانی جدید صفحہ ۲۳۱)

۱۳ ھ ۱۳

یعنی، دو دریاؤں کو ملنے سے روکنے والا، دو نمازوں کو جمع کرنے سے بچانیوالا۔

اس رسالہ میں جن امور کو شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) عرفہ کی ظہر وعصر اور مزدلفہ کی مغرب وعشاء کے سوا دو نمازوں کا قصداً ایک وقت میں جمع کرنا سفراً، حضراً ہرگز کسی طرح جائز نہیں۔

(۲) جمع صوری جیسے ظہر اپنے آخری وقت میں پڑھی کہ اس کے ختم پر وقتِ عصر آگیا۔ اب فوراً عصر اوّل وقت میں پڑھ لی۔ ہوئیں دونوں اپنے اپنے وقت میں اور فعلاً وصورۃً مل گئیں۔ ایسا ملانا بعذرِ مرض وضرورتِ سفر بلاشبہہ جائز ہے۔

(۳) جمع وقتی، یعنی ایک نماز دوسرے کے وقت میں پڑھی جائے۔ دوسری کو پہلی کے وقت میں پڑھا جائے جسے جمع تقدیم کہتے ہیں۔ یا پہلی کو دوسری کے وقت میں پڑھا جائے جسے جمع تاخیر کہتے ہیں۔ یہ دونوں صورتیں حالتِ اختیار، صرف حُجاج کو صرف حج میں، صرف عصر عرفہ اور مغرب مزدلفہ میں جائز ہیں۔

(۴) میاں نذیر حسین دہلوی کا ردِّ بلیغ بھی رسالہ میں کیا گیا ہے اور ان کی حدیث دانی کی پول بھی اچھی طرح کھولی گئی ہے۔ ان امور کے ذکر کے بعد خطبہ ملاحظہ فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ الصَّلٰوةَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا ۔ وَاَمَرَهُمْ اَنْ

يُحَافِظُوْا عَلَيْهَا فَيَحْفَظُوْهَا اَرْكَانًا وَشُرُوْطًا و وُقُوْتًا ۔ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَان ۔ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَان ۔ وَاَفْضَلُ الصَّلٰوات ۔ وَاَكْمَلُ التَّحِيَّات ۔ عَلٰى مَنْ عَيَّنَ الْاَوْقَات ۔ وَبَيَّنَ الْعَلَامَات ۔ وَحَرَّمَ عَلٰى اُمَّتِهٖ اِضَاعَةَ الصَّلٰوات ۔ وَعَلٰى اٰلِهٖ الْكِرَام ۔ وَصَحْبِهٖ الْعِظَام ۔ وَمُجْتَهِدِى شَرْعِهٖ الْغَرِّالْفِخَام ۔ لَا سِيَّمَا الْاِمَامُ الْاَقْدم ۔ اَلْهُمَامُ الْاَعظم ۔ اِمَامُ الْاَئِمَّه ۔ مَالِكُ الْاَزِمَّه ۔ كَاشِفُ الْغُمَّه ۔ سِرَاجُ الْاُمَّه ۔ نَائِلُ عِلْمِ الشَّرْعِ الْحَنَفِى مِنْ اَوْجِ الثُّرَيَّا ۔ وَنَاشِرُ عِلْمِ الدِّيْنِ الْحَنَفِىِّ نَشْرًا جَلِيًّا ۔ نَصَرَاللّٰهُ اَتْبَاعَهٗ وَرَضِىَ اِتِّبَاعَهٗ مَتْبُوْعًا تَابِعِيًا وَ عَلَيْنَا مَعَهُمْ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِين ۔ اِلٰى يَوْمِ الدِّين ۔ آمين۔

ترجمہ :۔ سب خوبیاں اللہ کیلئے جس نے اہلِ ایمان پر مقررہ وقت میں نماز فرض فرمائی، اور انھیں نماز پر مداومت اور اس کے ارکان، شرائط اور اوقات کی نگہداشت کا حکم فرمایا۔ اس نے دو دریا بہائے کہ دیکھنے میں ملے ہوئے معلوم ہوں اور ہے ان میں روک کہ ایکدوسرے پر بڑھ نہیں سکتا۔ اور بہترین درود اور کامل ترین سلام نازل ہو اس رسول پر جس نے اوقات معین فرمائے۔ اور ان کی نشانیاں بیان فرمائیں اور اپنی امت پر نمازوں کا ضائع کرنا حرام فرمایا۔ اور آپ کی بزرگ اولاد اور باعظمت صحابہ اور آپ کی روشن شریعت کے عظیم المرتبہ مجتہدین پر۔ خصوصاً (میدان اجتہاد میں) سبقت لیجانے والے پیشوا، باعظمت سردار، اماموں کے امام، مقلدین کی مہاروں کے مالک (یعنی مقلدین نے اپنے امورِ دینی کے اختیارات آپ کے ہاتھ میں دے رکھے ہیں) غم کو دور فرمانے والے، امت کے چراغ، اوجِ ثریا سے شریعتِ حنفیہ کا علم حاصل کرنے والے، دینِ حنیف کے علم کو واضح کر کے عام کرنے والے پر۔ اللہ تعالیٰ ان کے متبعین کی مدد فرمائے اور ان کی پیروی کئے جانے سے راضی ہو۔ ان کے متبوع اور تابع ہونے کی دونوں حالتوں میں۔ اور اے ارحم الراحمین اُن کے ساتھ ہم پر بھی رحمت و سلامتی نازل ہو۔ جزا کے دن تک۔ آمین۔

خطبہ میں صنعتِ سجع ظاہر ہے جَعَلَ الصَّلٰوةَ کتابا موقوتا، یحفظوها ارکانا و شروطا وقوتا، من عیّن الاوقات۔ حرم علیٰ امته اضاعة الصلوات، ان عبارات کے لانے میں براعتِ استہلال ہے کہ یہ مقصودِ کلام کے مناسب ہیں۔ اور چونکہ رسالہ میں غیر مقلدین کا رد بھی ہے لہذا حضراتِ مجتہدین کا ذکر اور خاص طور پر حضرت امام اعظم کے فضائل و مناقب کا بیان بھی مناسب مقصود ہے۔

خطبہ کے جملۂ اولیٰ میں "جَعَلَ الصلوة علی المومنین کتابًا موقوتا" آیتِ قرآنی "اِنَّ الصلٰوة کانت علی المومنین کتابًا موقوتا" سے اقتباس ہے۔ اور اپنے معنیٔ اصلی پر ہے

لہٰذا اقتباس کی صورتِ اوّل ہے۔

مرج البحرین الایہ ان دو آیات کا ذکر بھی صنعت اقتباس کے طور پر ہے۔ اور سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں یہ آیات اپنے معنیٔ اصلی پر مستعمل نہیں۔ لہٰذا یہ اقتباس کی صورتِ دوّم ہے۔ موقع و محل کی مناسبت سے یہاں ان آیات کی مراد یہ سمجھ میں آتی ہے کہ "رب تبارک و تعالیٰ نے دو ایسی نمازیں جاری فرمائیں کہ جب انھیں صورۃً جمع کیا جائے تو دیکھنے میں ملی ہوئی معلوم ہوتی ہیں لیکن حقیقت میں ہر ایک اپنے وقت کے اندر رہوتی ہے۔ نہ یہ اُس کے وقت میں داخل نہ وہ اِس کے وقت میں داخل۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

"نائلُ علم الشرعِ الحنفی مِنْ اَوجِ الثریّا" سے اس حدیث شریف کی جانب تلمیح ہے "لَوْکَانَ الْعِلْمُ عندالثریا لنا له رجلٌ مِنْ اَبْنَاءِ فارس۔ یعنی علم اگر ثریا کے پاس بھی ہوتا تو اہلِ فارس میں سے ایک آدمی اسے حاصل کر لیتا۔ ۸۔

رسالہ هِدَايَةُ الْمُتَعَال . فِی حَدِّ الْاِسْتِقْبَال (جلد سوم جدید صفحہ ۱۵)
۱۳۲۴ ھ

یعنی، استقبالِ قبلہ کی حد کے بارے میں خدائے بلند و برتر کی رہنمائی

اس رسالہ میں شہر علی گڑھ کی عیدگاہ سے متعلق ایک فتوے کی اغلاط کا ذکر ہے، جہتِ قبلہ کی حد اور عیدگاہ مذکور کا جہتِ قبلہ کی حد میں ہونا نیز علی گڑھ کا قبلۂ تقریبی بیان کیا گیا ہے۔ ان امور کو مدنظر رکھتے ہوئے خطبہ پڑھیں اور بیان کی عمدگی اور مُحسّنَاتِ کلام کا جلوہ دیکھیں۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ الْكَعْبَةَ قِبْلَةً وَّ اَمَانا ۔ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ اِلٰى اَفْضَلِ قِبْلَةٍ وَلَّانا ۔ رَسُوْلِ الثَّقَلَیْن ۔ اِمَامُ الْقِبْلَتَیْن ۔ جَعَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی بابه الْكَرِیْمَ فِی الدارین قِبْلَةَ امالنا وکعبةَ مُنانا ۔ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحَابَتِهٖ وَسَائِرِ اَهْلِ قِبْلَتِهِ الذین وَلَّوْا اِلَيْهِ وُجُوْهُهُمْ تَصْدِيْقًا وَّ اِيْمَانًا ، آمین۔

سب خوبیاں اللّٰہ کیلئے ہیں جس نے کعبہ کو ہمارے لئے قبلہ اور پناہ گاہ بنایا۔ اور درود و سلام نازل ہو اس نبی پر جس نے ہمیں افضل قبلہ کی طرف پھیرا جو جن و انس کے رسول اور دونوں قبلوں کے امام ہیں۔ اللّٰہ تعالیٰ نے جن کے آستانۂ عظمت کو دونوں جہان میں ہماری امیدوں کا قبلہ اور آرزوؤں کا کعبہ بنایا۔ اور آپ کی آل اور صحابہ اور ان تمام اہلِ قبلہ پر جنھوں نے اپنے چہروں کو تصدیق و ایمان کی حالت میں اس

کی طرف پھیرا۔ آمین۔

اماَنا اور ولّانا۔ اور مُنانا اور ایمان میں صنعت سجع ہے۔ قبلہ، کعبہ اور کعبہ کی طرف چہرے پھیرنے کے ذکر میں براعتِ استہلال ہے۔ صلوۃ وسلام پر مشتمل جملہ میں تحویل قبلہ کے واقعہ کی طرف تلمیح ہے۔ اور خطبہ کے آخری حصے کے ذریعہ اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ فرمادیا کہ اہلِ قبلہ کہلانے کے وہی لوگ حقدار ہیں جو تصدیق وایمان کے ساتھ اس کی جانب اپنا رخ کرتے ہیں۔ اور جو کسی ضروری امر دینی کا انکار کر کے دولتِ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے وہ حقیقتاً اہل قبلہ نہیں اگر چہ ہزار ہا بار نمازوں میں قبلہ کو رخ کریں۔

رسالہ، اَزکَی الاَ ھلال، فیما اَحدَثَ النَّاسُ فِی اَمرِالھلال (جلد چہارم جدید ص ۵۲۳)

۱۳۰۵ھ

یعنی، ثبوتِ ھلال کیلئے لوگوں کے ایجاد کردہ طریقہ کے بطلان کے بارے میں عمدہ اعلان۔ تحریر خطبہ سے پہلے رسالہ کا ابتدائی حصہ نقل کر دینا مفید ہوگا۔ تاکہ رسالہ کے نام اور خطبہ کی، مضمونِ رسالہ سے مناسبت ظاہر ہو سکے۔

سرکارِ اعلیٰ حضرت سے سوال کیا گیا کہ رویتِ ھلال کے بارے میں تار کی خبر شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟ اگر کچھ لوگ یہ انتظام کریں کہ رمضان، شوال، ذی الحجہ اور محرم سے پیشتر چند مقامات کو اس مضمون کے مراسلات بھیجیں کہ اگر ان مقامات پر ۲۹ کی رویت ہو تو اسکی خبر بذریعہ تار بھیج دی جائے۔ اور ان مقامات سے خبر آنے کے بعد اس کو مشتہر کیا جائے، یہ طریقہ شرعاً مقبول ہے یا نہیں؟ اور اس اعلان پر مسلمانوں کو عمل جائز ہے یا حرام؟ اور اعلان کرنے والوں کے حق میں کیا حکم ہے؟

آپ نے جواب ارشاد فرمایا: امورِ شرعیہ میں تار کی خبر محض نامعتبر۔ اور یہ طریقہ کہ تحقیقِ ہلال کیلئے تراشا گیا باطل و بے اثر۔ مسلمانوں کو ایسے اعلان پر عمل حرام۔ اور جو اس کی بناء پر مرتکب اعلان ہو سب سے زیادہ مبتلائے آثام۔ اس طریقہ میں جو غلطیاں اور احکامِ شرع سے بیگانگیاں ہیں ان کی تفصیل کو دفتر درکار۔ لہذا یہاں بقدرِ ضرورت وفہم مخاطب چند آسان تنبیہوں پر اقتصار۔ خطبہ اس طرح ہے:

الحمدللهِ الَّذِی بشکرہ یصیر ھلال النعمة بدرا ۔ والصلٰوة والسلام علیٰ اجل شموس الرسالة قدرا ۔ وعلیٰ اٰله وصحبهٖ نجوم الهدیٰ واقمارِ التُّقٰی ۔ ما اَتی البرقُ بخبر الوَرَقِ فصَدَقَ مَرَّةً وکذب اخریٰ۔

ترجمہ:۔ سب خوبیاں اللہ کیلئے جس کے شکر کی برکت سے نعمت کا ہلال بدر بن جاتا ہے۔ اور درود

وسلام نازل ہو ان پر جو آفتابہائے رسالت میں اعلیٰ مرتبہ کے حامل ہیں۔ اور ان کے آل واصحاب پر جو ہدایت کے ستارے اور تقویٰ وپرہیزگاری کے چاند ہیں جب تک تجلی بارش کی خبر لائے تو کبھی درست خبر دے اور کبھی غلط۔

رسالہ کے نام سے تاریخ تصنیف کے ساتھ ساتھ موضوع سے بھی آگاہی ہو گئی۔ کہ رسالہ میں ثبوتِ حلال کے نئے اور غیر شرعی طریقوں کا ابطال فرمایا گیا ہے۔ خطبہ میں فصاحت وبلاغت کے تقاضوں کی تکمیل کے ساتھ، صنعتِ سجع، براعتِ استہلال، پاکیزہ تشبیہات اور مبارک تلمیحات بھی ہیں۔

صنعتِ سجع کے بیان کی تو حاجت نہیں ہے۔ بدر، ھلال، قمر اور تجلی کے خبر باراں دینے میں صدق وکذب کا ذکر براعتِ استہلال ہے۔

شکر کی بدولت نعمت میں زیادتی ہوتی ہے۔ خطبہ کے جملۂ اولیٰ میں اس مفہوم کو تشبیہات کے ذریعہ کیسے نادر وحسین انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اس میں اللہ عزوجل کے اس ارشادِ گرامی کی جانب تلمیح ہے۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ۔

انبیائے کرام فیض دینے والے ہیں اور غیر نبی ان سے فیض لینے والے۔ لہذا ان مقدس حضرات کو شموس یعنی سورجوں سے تشبیہ دی گئی ہے اور آل واصحاب کو نجوم واقمار سے۔ نیز اصحاب کو "نجوم الہدیٰ" کہنے میں اس حدیثِ پاک کی طرف تلمیح بھی ہے کہ "أَصْحَابِي كَالنُّجُوم ' فَبِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ۔ ۹"۔ اور آپ نے اس شعر میں بھی اس حدیثِ پاک کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

اہلسنّت کا ہے بیڑا پار، اصحابِ حضور　　　نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

رسالہ، ازالة العار، بِحَجَرِ الْكَرَائِمِ عَنْ كِلَابِ النَّار (جلد پنجم جدید صفحہ ۲۵۷)

۱۳۱۶ھ

یعنی، اپنی عزیز بیٹیوں کو بدمذہبوں کے ہمراہ نکاح سے روک کر عار کا زائل کرنا۔

الحمد لله الَّذِي لَمْ يَرْتَضِ الطَّيِّبَاتِ إِلَّا لِلطَّيِّبِيْنَ الْأَخْيَار. وَتَرَكَ الْخَبِيْثِيْنَ لِلْخَبِيْثَاتِ الْأَقْذَار. وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ أَمَرَنَا بِالتَّجَنُّبِ عن كلابِ النَّار. وَعَلٰى اٰله وصحبه الشَّاهِرِين سيوفهُم علی رُؤُس الْمُبْتَدِعِيْنَ الْفُجَّار۔

ترجمہ:۔ سب خوبیاں اللہ کیلئے ہیں جس نے ستھری عورتوں کو ستھرے مردوں ہی کیلئے پسند فرمایا۔ اور گندے مردوں کو گندی عورتوں کے لئے چھوڑ دیا۔ اور درود وسلام نازل ہو اس معلم کتاب وحکمت پر

جس نے ہمیں بد مذہبوں سے پرہیز کرنے کا حکم فرمایا۔ اور آپ کی آل اور صحابہ پر جو اپنی تلواروں کو بد کار مذہبوں کے سروں پر بلند کرنے والے ہیں۔

دیگر خطبات کی طرح یہاں بھی سجع اور براعتِ استہلال موجود ہے۔ نیز خطبہ کے پہلے اور دوسرے جملوں میں اس ارشادِ باری تعالیٰ کی طرف تلمیح ہے "اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ج وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ

ترجمہ :۔ یعنی گندیاں گندوں کیلئے ہیں اور گندے گندیوں کیلئے، اور ستھریاں ستھروں کیلئے اور ستھرے ستھریوں کے لئے۔

اور تیسرے جملہ میں اس حدیثِ اقدس کی جانب تلمیح ہے " اِيَّاكُمْ وَاِيَّاهُمْ لَايُضِلُّوْنَكُمْ وَلَا يُفْتِنُوْنَكُمْ " یعنی اپنے کو ان سے دور رکھو اور انھیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں، وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈالدیں ۱۰؎

"مشتے نمونہ خروارے" کے طور پر یہ چند رسائل کے خطبات یہاں پیش کئے گئے۔ اسی طرح دوسرے رسائل وکتب کے خطبات بھی ظاہری وباطنی خوبیوں کے جامع، فصاحت وبلاغت کے حامل، محسناتِ کلام سے مزین، استعارات وتشبیہات سے مالامال اور سلاست وروانی وبے ساختگی سے معمور ہیں۔

میں نے جو کچھ ذکر کیا اس سلسلہ میں میری مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی شخص سمندر میں غوطہ لگانے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو بلکہ بقدر طاقت جدوجہد کرکے کنارے ہی سے کچھ موتی حاصل کرلے۔ ورنہ واقعی امر یہ ہے ؎ ایں نہ بحریست کہ در کوزۂ تحریر آید

حوالے:

۱؎ مضمون "فتاویٰ رضویہ کا خطبہ علم وفضل کا شہ پارہ"۔ مشمولہ فتاویٰ رضویہ مترجم جلد ثامن
۲؎ "التعریفات" للجرجانی صفحہ ۴۱
۳؎ "التلخیص" صفحہ ۳۳۰ حضرت مفتی شفیق احمد صاحب شریفی
۴؎ مضمون "امامِ شعر وسخن" مولانا وارث جمال صاحب بستوی۔ مشمولہ امام احمد رضا نمبر صفحہ ۵۲۲
۵؎ "مولانا احمد رضا کی نعتیہ شاعری" صفحہ ۲۴۴ ڈاکٹر سراج الحسن بستوی
۶؎ "دروس البلاغہ" صفحہ ۴۲
۷؎ "مختصر المعانی" صفحہ ۲۲۵
۸؎ "مسند امام احمد" ابنِ حنبل ج ثانی صفحہ ۴۲۰
۹؎ "مشکوٰۃ شریف" صفحہ ۵۵۴
۱۰؎ "مشکوٰۃ شریف" صفحہ ۲۸

امام احمد رضا اور علم حجریات (PETROLOGY)

از: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری کراچی یونیورسٹی، پاکستان

امام احمد رضا خاں قادری برکاتی محدث بریلوی کو علم حجریات (petrology) پر بھی دیگر علوم کی طرح بھرپور دسترس حاصل تھی اس سلسلے میں مسئلہ تیمم بیان کرتے ہوئے آپ نے کئی ضمنی رسائل تحریر کئے جو علم و تحقیق کا انمول خزانہ ہیں۔ امام احمد رضا نے اس سلسلے میں ایک رسالہ بعنوان المطر السعید علی نبت جنس الصعید (۱۳۳۵ھ) تحریر فرمایا تھا۔ اس رسالے سے یہاں صرف اس بات کا ذکر کیا جارہا ہے کہ کسی پتھر کے متعلق کس طرح معلوم کیا جائے کہ وہ جنسِ ارض (Earthy) ہے یا نہیں کیونکہ تیمم کے لئے احناف کے نزدیک یہ شرط ہے کہ وہ شے (پتھر) جنسِ ارض سے ہو ورنہ اس سے تیمم نہیں ہوگا اگرچہ وہ پتھر سے زیادہ سخت کیوں نہ ہو اور دیکھنے میں بھی پتھر معلوم ہو۔ اسی طرح اس مضمون سے یہ بھی آگاہی ہوگی کہ امام احمد رضا نے ماہر علم حجریات کی طرح معدن (Metal) کی باقاعدہ (Scientific) تعریف کی ہے اور علم حجریات کی بعض ایسی اصطلاح فراہم کی ہیں جو کسی عربی لغت میں بھی دستیاب نہ تھیں۔

علم حجریات (Petrology) علم ارضیات (Geology) کی شاخ ہے اور اس کی تعریف کچھ یوں ہے:

"The branch of Geology that dealing with origin, occurrence, structure and history of rocks"

(Glossry of Geology p-532)

یعنی حجریات وہ علم ہے جس میں پتھروں کی تاریخ، بناوٹ، ہیئت اور ان کی ساخت سے متعلق معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ تفصیل میں جائے بغیر اتنا بتاتا چلوں کہ ماہرینِ علم حجریات اوّل چٹانوں کو تین گروپ میں تقسیم کرتے ہیں۔

(ا) آتشی چٹانیں (Igneous Rocks):

یہ لاوا (Lava) سے بنتی ہیں جب لاوا آتش فشاں پہاڑوں سے باہر مائع، گیس کی صورت میں آتا ہے اور زمین پر آنے کے بعد ٹھنڈا ہو کر سخت ہو جاتا ہے اسی طرح اس کے گیس کے اجزاء بھی دور

جاکر ٹھنڈے ہوکر پتھر کی طرح سخت ہوجاتے ہیں۔ ان پتھروں میں زیادہ تر معدنیات (Metallic Ores) ہوتی ہیں مثلاً لوہا، میگنیز، سونا، چاندی، پلاٹینم، ایلومونیم اور ساتھ ہی ساتھ ان پتھروں میں جواہرات بھی ہوتے ہیں۔

(۲) رسوبی چٹانیں (Sedimentary Rocks):

جن کو (Earthy Rocks) بھی کہا جاسکتا ہے اور جنسِ ارض کا اطلاق ان ہی اقسام کی چٹانوں (Rocks) پر ہوتا ہے۔ یہ چٹانیں سمندروں میں مٹی کے ذرات کی تہہ بہ تہہ جمنے کے باعث بنتی ہیں مثلاً رسوبی پتھر (Sand stone) یا سمندر کے اندر Precipitation کے عمل کے ذریعہ بنتی ہیں جیسے چونے کا پتھر Limestone یا پھر Evaporation کے عمل سے بنتی ہیں مثلاً لاہوری نمک (Rock Salt) جپسم (Gypsum) وغیرہ۔

(۳) متغیر چٹانیں (Metamorphic Rocks):

یہ چٹانیں آتشی یا رسوبی میں تبدیلی کے باعث بنتی ہیں کہ جب ان دو میں سے کوئی سی چٹانیں ایک زمانے تک زیادہ Pressure اور زیادہ Temprature کے زیر اثر ہوتی ہیں تو ان میں تبدیلی آجاتی ہے مثلاً چونے کا پتھر تبدیل ہو کر ماربل (Marble) کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔

ماہرینِ تجربات نے ہر قسم کی چٹان میں موجود معدن (Minerals) کو دو بنیادی اقسام میں تقسیم کیا ہے۔

(۱) دھاتی معدن (Metallic Minerals)

(۲) غیر دھاتی معدن (Non-Metallic Minerals)...... یا پھر ماہرین نے ان معدن کی کیمیائی ترکیب (Chemical Composition) کی بنیاد پر آٹھ گروپ میں تقسیم کیا ہے مگر لفظ دھات (Metal) کی تعریف کسی بھی ماہر نے نہیں کی مگر امام احمد رضا نے نہ صرف Metal کی تعریف (Definition) بتائی بلکہ جنسِ ارض معلوم کرنے کیلئے ایک کلیہ (Heat Test or Flame Test) استعمال کیا ہے کہ آگ کا ان پر کیا اثر ہوتا ہے۔ ان اثرات کی بنیاد پر پتھروں کی اقسام بتائی جاتی ہیں خیال رہے کہ یہاں پتھر سے مراد وہ سخت چیز ہے جو پتھر ہے یا پتھر نما مگر اس کا تعین کہ وہ جنسِ ارض (Earthy) ہے یا نہیں اس وقت ہوگا جب اس کو آگ (Heat) فراہم کریں اور پھر اس میں تبدیلی آئے۔ چنانچہ آپ نے جنسِ ارض کے لئے (کتاب حلیہ کے حوالے سے) ایک قانون

(Law) یہ فراہم کیا کہ :

"جنسِ ارض وہ ہے جو آگ سے جل کر راکھ (Ash) نہ ہو جائے اور جو نرم (soft) نہ ہو اور منطبع (Malleable) نہ ہو۔" (جدید فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۵۸۲ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

امام احمد رضا جنسِ ارض کے حوالے سے رقم طراز ہیں :

"علماءکرام نے بیان جنسِ ارض میں ان آثار سے کہ اجسام میں نار سے پیدا ہوتے ہیں پانچ لفظ (Five characters) ذکر فرمائے ہیں : احتراق، ترمد، لین، ذوبان اور انطباع۔" (ص ۵۷۹)

امام احمد رضا ہر ایک کے متعلق تفصیلاً رقم طراز ہیں :

(۱) احتراق (Burning) :

شئے اثر نار سے کلاً (completely) یا بعضاً (partially) فاسد (Spoil) و خارج عن المقاصد (Not remain as original) ہو جائے۔ جیسے زمین سوختہ (Baked earth) کے اثر نار سے بشدت گرم ہو کر سیاہ ہو گئی.... اس سے تیمم جائز ہے۔ (ص ۵۸۰)

اس عمل میں امام احمد رضا نے یہ بتایا ہے کہ آگ کی تپش سے زمین کی رنگت تو بدل سکتی ہے مگر وہ زمین کی اجزا ہی رہیں گے اس لئے اس کا اطلاق جنسِ ارض سے ہوگا اور اس سے تیمم جائز ہے چنانچہ طحطاوی اور شامی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں :

"جب زمین کی مٹی کسی اور ملنے والی چیز کے بغیر اس حد تک جلادی گئی ہو کہ سیاہ بن گئی ہو تو اس سے تیمم ہو سکتا ہے اس لئے کہ اس سے محض مٹی کے رنگ میں تغیر آیا ہے حقیقت اور ذات میں تبدیلی نہیں آئی۔" (ص ۵۸۰)

(۲) ترمّد (Ash) راکھ ہو جانا :

امام احمد رضا اس عمل کیلئے چار صورتیں بیان کرتے ہیں جس میں شے جل کر راکھ ہو جاتی ہے۔

(ا) انتفا (Sublimation) جب شے جل کر بالکل فنا ہو جائے جیسے گندھک (Sulfur) یا نوشادر AlCL2 (جو آگ کے اثر سے بالکل غائب ہو جاتے اور بخارات بن کر اڑ جاتے ہیں۔)

(ب) انطفا (Residuate) بعد عمل نار اس کے سب اجزاء برقرار رہیں مگر پانی کی کوئی نمی تھی وہ خشک (Dry) ہو گئی۔

(اس عمل میں اس شے میں موجود پانی خشک ہو جاتا ہے اور وہ بعد میں راکھ کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔)

(ج) انتقاص ۔ اس کی بھی دو صورتیں ہیں :

(i) تکلیس احجار (Unhydrates) : نار جب کسی شے کے اجزاء رطبہ و یابسہ (Dry and wetParticles) میں تفریق (Separation) کردے ۔ نہ حجم میں فرق آیا نہ بہت ضعیف (Weakrock) ہوا۔

(ii) ترمد ۔ Ash : اس میں اگر رطوباتِ کثیرہ سب فنا (Dry) ہونے سے پہلے آگ بجھ گئی اور دوبارہ جلنے کی صلاحیت باقی رہی تو یہ انگشت ، کوئلا (coal) ہے ورنہ راکھ (Ash) جس کے اجزاء ہاتھ لگنے سے بکھر جاتے ہیں۔

(۳) تلیین (Calcination):

اس میں ہر شے پک کے (Through Burning or Baking) اپنی اصلی حالت سے نرم ہو جاتی ہے جیسے چونا۔

امام احمد رضا اس عمل میں اپنا ایک مشاہدہ اقوال کے تحت نقل کرتے ہیں۔

"اس میں (تلیین کے عمل میں) کلا "یا بعض" بقائے جسم (Remaining Part) شرط ہے۔ نیز یہ بھی لازم کہ اگرچہ گرہ (Bounding) قدرے ست (Loose) ضرور ہوئی کہ پہلی سی باہم گرفت (Cohesiveness) و صلابت (stiffen \ Hardend) نہ رہی مگر جسم کہ منجمد تھا اپنے انجماد پر رہے۔" (ص ۵۸۱)

(۴) ذوبان پگھل جانا (Melting) :

اس عمل کے متعلق امام احمد رضا قول کے ذریعہ اپنی فکر دے رہے ہیں :

" یہ وہ صورت ہے کہ اجزاء موجودہ کی گرہ (Bounding) قریب انحلال (یعنی بہت Loose Bounding حالت) ہے نہ تو پوری طرح کھل گئی (کہ اجزاء جدا ہو جائیں) کہ اثر نار سے ان میں کے رطبہ یابسہ کو چھوڑ کر اڑ جائیں (یعنی پگھلے ہوئے دھات کی سی صورت ہوتی ہے کہ وہ پانی کی طرح بہنے لگتی ہے) نہ وہ گرفت رہی (Melt کی صورت میں) کہ بند ھی رہے۔ لہذا یہ اجزاء رطبہ (Wet Particles) فراق چاہ کر اڑنا چاہتے ہیں یعنی پگھلی ہوئی دھات میں سے پانی کے اجزاء اڑ جانا چاہتے ہیں) کہ آگ کی گرمی اس کی مقتضی (کہ High Temperature میں پانی کے اجزاء اپنی جگہ نہیں ٹھہرتے اور اڑ جاتے ہیں) اور گرہ بہت ست ہو گئی لیکن اجزائے یابسہ (Dry Particles)

انھیں یعنی (Wet Particles) کو نہیں چھوڑتے کہ ہنوز تماسک (Cohesiveness or power to hold together) باقی ہے۔ اس کشمکش میں روانی تو ہوئی مگر مع بقائے اتصال (Contact of dry and wet particles) زمین ہی پر رہی اس نے صورتِ سیلان (flow) پیدا کی"۔ (ص ۵۸۱)

اس عمل میں امام احمد رضا کی Metal سے متعلق تعریف سامنے آتی ہے جو اس طرح ہے:

"Metal (دھات) وہ شے ہے کہ جب اس کو اثرِ نار کے تحت رکھا جائے تو وہ مائع کی طرح بہے گی اس میں موجود رطبہ و یابسہ اجزاء علیحدہ نہ ہو سکیں گے اگرچہ عملِ نار سے ان کے bonds کمزور ضرور ہو جاتے ہیں یعنی wet & dry particles کے Bond ٹوٹتے نہیں اور ان میں باہم contact باقی رہتا ہے اگر یہ Bond ٹوٹ جائے تو پھر پانی کے اجزاء اڑ جائیں گے اور اس کی پگھلی حالت فوراً ختم ہو جائیگی اور سخت چیز کی طرح جسم باقی رہ جائے گا۔ یہ اگرچہ Melting process کا بیان ہے مگر Metal کی تعریف اس میں یہ نکل کر سامنے آئی کہ:

"شے جب عملِ نار سے گزرے تو مائع کی طرح بہے اور اس کے دونوں اجزاء جدا نہ ہوں"۔

(۵) انطباع (Malleability):

یہ لفظ اگرچہ عربی ہے مگر زبانِ عرب پر نہیں نہ ان سے کبھی منقول ولہذا قاموس، محیط حتی کہ تاج العروس کے مستدرکات اس کا پتہ نہیں ہاں فقہا کرام نے اس کو استعمال کیا ہے۔ جس کا پہلا سراغ امام شمس الائمہ سرخسی تک چلتا ہے۔ شیخ الاسلام غزی نے اس کے معنی "پارہ پارہ نرم ہونا" فرمائے ہیں (ص ۵۸۱) اس کے بعد اقول کر کے فرماتے ہیں:

"اس سے تو یہ ظاہر کہ لین انطباع میں داخل اور اس کا جز ہے لیکن علامہ خسرو نے انطباع کو خود لین سے تفسیر کیا ہے۔ جس سے روشن کہ دونوں ایک چیز ہیں"

مزید اپنی تحقیق کہ انطباع کیا ہے، لکھتے ہیں:

"انطباع طبع سے ماخوذ ہے طبع بمعنی عمل صنعت ہے تو انطباع بمعنی قبول صنعت ہے یعنی شے کا قابل ہو جانا کہ وہ جس طرح گھڑنا چاہے گھڑ سکے جس سانچے میں ڈھالنا چاہیں ڈھل سکے اور یہ نہ ہو گا مگر بعد لین و نرمی تو لین (Softness) نہ اس کا عین نہ جز بلکہ اس کی علت اور گھڑنے کی صورت میں اسے لازم ہے جیسے سونا، چاندی، لوہے کا آگ سے نرم ہو کر ہر قسم کی گھڑائی کے قابل ہو جانا اور

ڈھالنے کی صورت میں ذوبان (Melting) اس کی علت ہے۔" (۵۸۳)

امام احمد رضا نے واضح طور سے اس بات کی نشاندہی فرمائی ہے کہ کچھ قسم کے پتھر یا معدن ایسے ہوتے ہیں کہ آگ پر وہ اتنے نرم ہو جاتے ہیں کہ ان کو جس سانچے میں ڈھالنا چاہیں ڈھل جاتے ہیں اور یہ عمل مختلف قسم کی دھات بنانے میں یا Alloy بنانے میں کام آتا ہے جس سے اور مختلف چیزیں بنائی جاتی ہیں اس پر مزید تحقیق کی جائے تو امام احمد رضا کا نظریہ Metallurgy بھی سامنے آسکتا ہے۔ قدرت نے امام احمد رضا کو حقیقتاً تمام علوم فنون کی بھرپور سمجھ اور صلاحیت عطا کی تھی۔

(بشکریہ: ماہنامہ "معارفِ رضا" مارچ ۲۰۰۰ء کراچی)

"ذمہ دارانِ رسائل وجرائد سے گذارش"

بفضلہ تعالیٰ "صحافتِ اہل سنت" پر ریسرچ جاری ہے لہذا پہلی فرصت میں آپ اپنے رسالہ / اخبار کے متعلق حسبِ ذیل تفصیلات ارسال فرمائیں۔ (۱) نام (۲) تاریخ آغاز (۳) موجودہ ایڈیٹر وغیرہ (۴) تعدادِ صفحات واشاعت (۵) مدّتِ اشاعت (۶) الغرض ایڈیٹر وماہنامہ کا مختصر تعارف اور دیگر ضروری کوائف اور کوئی ایک شمارہ ضرور ارسال فرمائیں تاکہ خوبی تبصرہ کیا جاسکے۔

پتہ: مولانا توفیق نعیمی
Bilaspur Bus Stand, Sheesh garh, Distt. Bareilly (U.P) 243 505

حضرت سیدنا امام احمد رضا قدس سرہ کی انشاء پردازی مکتوبات کے آئینے میں

از :۔ غلام غوث قادری فاضل۔ ایم۔ اے

دنیائے اسلام کی عظیم شخصیت، دین کے مجدد، عشقِ رسالت کے گنج گراں مایہ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی ذات قدسی صفات محتاجِ تعارف نہیں۔ انھوں نے اپنی دینی و علمی صلاحیتوں سے مسلمانوں میں جو ذہنی و فکری انقلاب پیدا کیا اس کی شہادت ہماری پوری صدی دے رہی ہے۔ تصنیف و تالیف کے میدان میں آپ کی خدمات بے شمار ہیں۔ جس فن اور جس موضوع پر قلم اٹھایا، اپنی انفرادیت کا سکہ ثبت فرمادیا۔ علم قرآن، علم حدیث، اصولِ حدیث، فقہ، تفسیر، منطق، فلسفہ، ہیئت، ریاضی، ہندسہ تصوف سلوک، لغت، ادب وغیرہ کے علاوہ مختلف علوم وفنون میں کمال حاصل کیا۔ فنِ شعروسخن میں قدرت نے حضرت امامِ موصوف کو ید طولیٰ بخشا تھا۔ شاعری میں ایک نئی طرح ڈالی اور نعت گوئی کی ایک حدِ فاصل قائم کی۔ آپ نے ایک اندازے کے مطابق کم وبیش سو ۱۰۰ سے زائد علوم وفنون میں ایک ہزار سے زائد کتب ورسائل تصنیف فرمائے۔ آپکے سینے میں قرآن فہمی کی خداداد صلاحیت ودیعت کی گئی تھی آپ کے ذریعہ قرآن پاک کا کیا گیا ترجمہ موسوم بہ "کنزالایمان" صرف ترجمہ نہیں بلکہ اردو زبان میں قرآن پاک کی صحیح ترجمانی ہے۔ جس میں روحِ قرآنی کی حقیقی جھلک موجود ہے۔ لفظ اور محاورہ کا حسین امتزاج آپ کے ترجمہ کی بہت بڑی خوبی ہے۔ علم حدیث اور اصولِ حدیث کے علاوہ علم فقہ میں جو تبحرو کمال آپ کو حاصل تھا اس کا اعتراف آپکے ہم عصر مخالفین نے بھی کیا۔ فقہ میں آپ کی تصنیف "فتاویٰ رضویہ" اپنا جواب آپ ہے۔ آپ کے فتاویٰ میں جو نظم وضبط اور جامعیت ہے اس سے آپ کے علم کی گہرائی وگیرائی کا پتہ ملتا ہے۔ نیز طرزِ تحریر کا انفرادی وادبی رنگ مطالعے پر مجبور کرتا ہے۔ اسکے علاوہ امام موصوف کے مکتوبات بھی بے شمار حقائق ومعارف اور مسائلِ دینیہ سے بھرپور ہیں۔ اسلوبِ نگارش کی انفرادیت اور ظاہری ومعنوی خوبیوں کا رنگ یہاں بھی ہر سطر پر چڑھا ہوا ہے۔ امامِ موصوف کے علوم و معارف کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ملفوظات کا بھی ہے۔ جو ان کے ارشادات وکلماتِ طیبات پر مشتمل ہے۔ جس میں حکایات بھی ہیں اور روایات بھی، ضیاء قرآن بھی ہے اور بہارِ حدیث بھی، معرفت کی جھلک بھی ہے اور حقیقت کی خاموش بیانی بھی۔ ان کی ادبی حیثیت بھی مسلم ہے۔ ان کے مطالعہ سے جہاں ایک طرف

نیک اعمال کا جذبہ پیدا ہوتا ہے تو دوسری طرف اسلوبِ نگارش اتنا پر کشش، خوبصورت اور ادبی محاسن سے آراستہ ہے کہ اسے اردو انشاء پردازی کے بیش بہا خزانے میں ایک اہم اضافہ کہا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ قوتِ استدلال، بلندیٔ فکر اور مواد کے اعتبار سے بھی آپ کا قلم اپنا ایک منفرد مقام رکھتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ آپ شمعِ بزمِ ادب ہیں۔ اسی لئے توان خداداد صلاحیتوں کو دیکھ کر داغ نے کہا ہے کہ ؎

ملک سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلم

یوں تو امام احمد رضا کی تاریخ ساز شخصیت اور کارناموں پر متعدد مقالے اور بیشتر مضامین لکھے جا چکے ہیں۔ نیز اب بھی جاری ہے مگر ان کی انشاء پردازی کے جو ادبی و فنی نکات ہیں، جن سے امام موصوف کی اسلوبِ نگارش کی انفرادیت اجاگر ہوتی ہے، کا تفصیلی احاطہ نہیں کیا گیا ہے۔ اگر اس جہت سے ان کی نثر نگاری کا مطالعہ کیا جائے تو اردو انشاء پردازوں میں دیگر فنکاروں سے کہیں بڑھ کر امام موصوف کا نام سنہرے حروف میں ملے گا۔ چنانچہ ہندوپاک کے بیشتر علماء وادباء اور ماہرینِ رضویات سے مشورہ کے بعد فدوی (راقم الحروف) نے اپنے تحقیقی (پی۔ ایچ۔ ڈی) مقالے کا موضوع حضرت "امام احمد رضا قدس سرہ کی انشاء پردازی۔ ایک تفصیلی مطالعہ" منتخب کیا ہے۔ جس کی منظوری رانچی یونیورسٹی جھارکھنڈ ہند کے شعبۂ اردو سے مل چکی ہے۔ انشاء اللہ عنقریب متذکرہ بالا تحقیقی مقالہ زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آئے گا۔

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ بہت پہلے ہی اس موضوع پر تصنیفاتِ کثیر منظر عام پر آتیں تا کہ ماضی سے حال تک کے عظیم خسارے سے دوچار ہونے سے ہماری جماعت بچ جاتی۔ کیونکہ خواہ تاریخِ جنگِ آزادیٔ ہند ہو کہ مدونینِ عصری نصابِ تعلیم، موقع پرست عناصر نے ہمارے اسلاف کو ہمیشہ نظر انداز کیا ہے اور ہم ہیں کہ گہری نیند میں بسترِ استراحت سے چپکے رہے اور کبھی نیم بیدار بھی ہوئے تو غنودگی طاری رہی اور صرف اس حرفِ شکایت کو زبان پر لائے کہ تاریخِ جنگِ آزادیٔ ہند اور عصری نصابِ تعلیم میں دور تک ہمارے اسلاف کا کہیں پتہ نہیں چلتا۔ بعدہٗ چین کی نیند سو گئے۔ یہ ایک المیہ ہے جو ناقابل فراموش حقیقت ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ تاریخ آزادیٔ ہند، عصری نصابِ تعلیم میں اپنے اسلاف کی شمولیت نہ ہونے کے اسباب و علل پر غور کرتے ہوئے اس کا حل تلاش کرتے ہوئے شمولیت کی کوشش کی جاتی۔ میری ناقص سمجھ سے اس کی یہی وجہ منکشف ہوتی ہے کہ ہمارے یہاں موقع شناسی کا فقدان ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ہمارے اسلاف تو ہمہ جہت شخصیت اور خدمات کے جامع ہیں مگر ہمارے یہاں اس کا فقدان ہے۔ ہمیں چاہیے یہ تھا کہ جس طرح دیگر مکتبۂ فکر کے فنکاروں نے اپنے اسلاف کے متعلق کتب ورسائل کے توسل سے اردو ادب کی خدمات کو مبالغے کے ساتھ ثابت کیا۔ ہمیں بھی چاہیے کہ اپنے اسلاف کی

خدماتِ اردو میں شمولیتِ تحریک آزادیٔ ہند کو باضابطہ تاریخی صورت میں قلم بند کرتے۔ یہ تشنۂ توجہ موضوعات ہیں۔ یہ کام نہیں ہونے کی وجہ سے ہمارا پیغامِ حق ایک بہت بڑے طبقے تک پہنچنے سے مانع ہے یعنی حصولِ تعلیم کے بیشتر شعبے ہیں۔ مدارس، اسکولس، کالجز، یونیورسٹیاں، جہاں تک مسئلہ مدارس کا ہے تو یہ کئی خانوں میں منقسم مختلف مکتبہ فکر کے ہیں۔ جہاں مکتبہ اہلسنت وجماعت کے مدارس ہیں تو ہم اپنے طلباء کو اپنے اسلاف کی خدمات واحسانات سے واقفیت کراتے ہیں۔ وہیں دیگر مکاتبِ فکر کے مدارس ہمارے اسلاف کے خلاف بدگمانیاں پھیلاتے ہیں۔ نتیجہ کے طور پر ان مدارس کے طلباء ہمارے اسلاف کے خلاف ذہن لے کر فارغ ہوتے ہیں۔ یونہی بعض یونیورسٹیاں کسی خاص ازم کی علمبردار ہوا کرتی ہیں اور اس کے بیشتر طلباء اسی مخصوص ازم کے پیرو ہوتے ہیں۔ مگر عام طور سے جو تعلیمی ادارے کسی خاص ازم اور مکتبہ فکر سے تعلق نہیں رکھتے وہاں بھی ہمارے اسلاف کے اسماء کوسوں دور دیکھنے کے بعد نظر نہیں آتے۔ اسکی وجہ یہی ہے کہ جن متعصبین حضرات کو تدوینِ عصری نصابِ تعلیم، فراہمی مواد برائے تعلیم کی ذمہ داری ملی، وہ کسی خاص ازم اور گروپ سے تعلق رکھنے والے تھے، جنھوں نے ہماری غفلت کا ناروا فائدہ اُٹھا کر صرف اپنے گروپ کے مصنفین ودانشوران کو نصاب میں خوب سے خوب جگہ دی اور ہمارے اسلاف کو طاقِ نسیاں میں ڈال دیا۔ ادھر ہماری روش یہ ہے کہ دوسروں کی پکائی روٹی سے دستر خوان سجانے کا انتظار رہا۔ اس سے ہمارا خاصہ نقصان یہ ہوا کہ جن طلباء کی وابستگی ان عصری تعلیمی اداروں سے رہی وہ محض یکطرفہ شخصیات کا مطالعہ کرسکے اور انھیں ہی سے متاثر نظر آئے۔

کیوں رضا آج گلی سونی ہے اٹھ میرے دھوم مچانے والے

صرفِ نظر ہماری ان کوتاہیوں کے جب ہماری نگاہ اپنے اسلاف کے کارناموں پر جاتی ہے تو یہ انکشاف ہوتا ہے کہ ہمارے اسلاف کی خدمات ہر میدان میں دوسروں سے کہیں بڑھ کر ہے۔ مثلاً جب امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کا مطالعہ اردو انشاء پرداز کی حیثیت سے کرتے ہیں تو ایک بیش بہا خزانہ دیکھنے کو ملتا ہے۔ اس مختصر سے مضمون میں ان کی ہمہ جہت انشائیہ کا احاطہ تو ممکن نہیں لہٰذا ان کے اردو مکتوبات میں انشائیہ کے جو دُرِ بے بہا موجود ہیں، چند اقتباسات کے حوالے سے پیش خدمات ہیں۔

اردو میں مکاتیب کی کمی نہیں، بہتیرے بڑے نیز چھوٹے آدمیوں کے ذاتی خطوط کے مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ ہمارا موضوعِ تحریر یہ سارے خطوط نہیں ہو سکتے، وہ اس لئے کہ خط بحیثیت خط ادب کی کوئی صنف نہیں جس طرح ہر لطیفہ افسانہ نہیں ہو سکتا، ہر خط مکتوب نہیں بن سکتا۔ خط نویسی اور خطوط نگاری دو مختلف چیزیں ہیں۔ ادبی اعتبار سے کاروباری یا اختیاری مراسلے خطوط کے ذیل میں نہیں آتے۔ ادبی خطوط صرف وہ ہیں جن کا مقصد یا کم از کم اثر ادب ہو۔ یعنی ادبی خط شغل کی چیز نہیں بلکہ ذوق کی

متاع ہے۔ یہاں ایک بڑے مغالطے کی تردید ضروری معلوم ہوتی ہے۔ عام طور سے ادبی سطح پر بھی کہا جاتا ہے کہ خط اور ادب کی دوسری صنفوں کے درمیان فرق تکلف اور بے تکلفی کا ہے۔ دوسری صنفوں میں لکھنے والا ہیئت کے قواعد میں کسا رہتا ہے جبکہ خط لکھنے والے پر کوئی پابندی نہیں۔ اسی غلط مفروضے سے یہ غلط نتیجہ بھی نکال لیا گیا ہے کہ اصل خط وہ ہے جو بغرضِ اشاعت نہیں لکھا گیا ہو۔ اس لئے کہ خط خلوت کی چیز ہے۔ نہاں خانے کی تصویر ہے۔ ان دونوں ہی صورتوں میں خط کی مستقل ادبی حیثیت ختم ہو جاتی ہے اور خطوط نگاری فن کے بجائے محض ایک حرکت بن کر رہ جاتی ہے۔ جبکہ سمجھنے والوں نے خط کو ایک باضابطہ صنفِ ادب سمجھا ہے۔ خطوط کاروباری نوعیت کے بھی ہوتے ہیں اور بالکل ذاتی نوعیت کے بھی مگر اس قسم کے خطوط اشاعت کے مستحق نہیں اور ادبیت کا تو سزاوار بھی نہیں۔

بہرحال خطوط نگاری ایک موضوعی صنفِ ادب ہے یہ دوسری تمام صنفوں سے زیادہ شخصی ہے۔ اور مکتوب نگار کی شخصیت اپنے تمام اندازوں اور پیچ و خم کو افشاء کر دیتی ہے۔ پھر بھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ شخصیت اپنے لباسِ وجود کا ہر تار نوچ پھینکتی ہے، کوئی بھی شخصیت ایسا نہیں کر سکتی۔ اس لئے کہ شخصیت ایک بڑی گہری اور تہہ دار چیز ہوتی ہے۔ پھر شخصیت کی اپنی خود نگہ داری اور وقار ہوتا ہے۔ یہ حقائق صاحبِ شخصیت کو اس کی فطری حد سے آگے نہیں بڑھنے دیتے۔ فی الواقع مکتوب سے ہوتا یہ ہے کہ جس شخصیت کو ہم نے اسٹیج پر دیکھا ہے اس سے گھر پر مل لیتے ہیں، جس سے تقریر سُنی ہے اس سے گفتگو کر لیتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ جو لوگ عربی، فارسی کی انشاء پردازی پر مہارت رکھتے ہیں انھیں اُردو انشاء پردازی میں سہل اور آسان، عام فہم راستہ اختیار کرنا دشوار ہوتا ہے۔ جیسا کہ ابوالکلام آزاد کے اسلوب پر ابھی تک جو بحث ہوئی ہے، اس کا خلاصہ ملاحظہ ہو۔

"کہ انھوں نے اُردو میں ایک ایسے اسلوب کو مکمل کیا جو فارسی اور عربی علامتوں سے گرانبار تھا اور اسی سے گراں بہا۔ اور یہ گرانی کوئی خاصے کی چیز ہے اور عظیم چیز ہے مگر اردو زبان کیلئے یہ کوئی اچھی چیز نہیں اور مفید بات نہیں ہے۔ اس سے اردو زبان کی اس سہل روایت کو جھٹکا لگا جو سرسید اور حالی سے چلی تھی۔"

اُردو کے بڑے نقادوں کا گرچہ میرے خیال میں یہ نقطۂ نظر حکیمانہ نہیں ہاں البتہ ادبی ارتقاء سے صرفِ نظر کر کے تھوڑی دیر کیلئے یہ بات تسلیم کی جا سکتی ہے کہ ہندوستان کی دوسری زبانوں کے مقابلے میں اردو کو اتنا آسان کر دیا جائے کہ ہندوستان کا ہر طبقہ اسکو آسانی سے بول اور سمجھ سکے جسکی افادیت اپنی جگہ مسلم ہے۔

امام احمد رضا کا اسلوبِ نگارش ہمہ گیر دکھائی دیتا ہے۔ مکتوب الیہم کی لیاقت اور شخصیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے مکتوب نگاری عمل میں لاتے ہیں۔ یعنی سہل نگاری کو بھی برتا ہے اور اردوئے معلّی سے بھی کام لیا ہے۔ وہ اپنے اسلوبِ نگارش میں کسی خاص فرد یا طبقے یا ازم سے متاثر نظر نہیں آتے بلکہ اپنی راہ خود

نکالی ہے۔ موصوف نے ادب کو تفننِ طبع کے طور پر نہیں برتا بلکہ مواد اور پیغام کیلئے وسیلۂ اظہار سمجھا ہے۔ اُن کی نگارشات میں ٹھوس مواد اور حسین اسلوبِ نگارش کا بہترین امتزاج نظر آتا ہے۔ یہ کہنا بجا ہوگا کہ ان کا لفاف و ملفوف یکساں نظر آتے ہیں جو کہ امام موصوف کا امتیازِ خاص ہے۔ گرچہ ان کے بیشتر مکتوبات تلاش بسیار کے باوجود تادمِ تحریر حاصل نہیں ہو سکے (کوشش جاری ہے) پھر بھی چند مکتوبات جو کہ آسان بھی ہیں اور دقیق بھی، کے اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

اقتباس اوّل:

۷۸۶

برادرم　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

مولیٰ تعالیٰ آپ کے ایمان، آبرو، جان ومال کی حفاظت فرمائے۔

بعد عشاء ۱۱۱ بار "طفیلِ حضرت دستگیر دشمن ہوئے زیر" پڑھ لیا کیجئے۔ اوّل آخر گیارہ گیارہ مرتبہ دورد شریف۔ آپ کے والد ماجد کو مولیٰ تعالیٰ سلامت باکرامت رکھے۔ اُن سے فقیر کا سلام کہئے، یہی عمل وہ بھی پڑھیں، نیز آپ دونوں صاحب ہر نماز کے بعد ایک بار آیۃ الکرسی اور علاوہ نمازوں کے ایک ایک بار صبح وشام سوتے وقت، بعونہٖ تعالیٰ ہر بلا سے حفاظت رہے گی۔ دوپہر ڈھلے سے سورج ڈوبنے تک شام ہے اور آدھی رات ڈھلے سے سورج چمکنے تک صبح۔ اس بیچ میں ایک ایک بار علاوہ نمازوں کے ہو جایا کرے اور ایک بار سوتے وقت۔ آپ کے والد ماجد کو سلام۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ، بھوالی شب ۵، ذی الحجہ ۳۹ھ

اقتباس دوّم:

"بھائی سلیمان صاحب نے مجھ سے تعویز مانگا تھا۔ میں آجکل لکھ نہیں سکتا لہٰذا سب سے بہتر ان کی خاطر یہی میری سمجھ میں آئی کہ خاص اپنے لئے جو عظیم تعویز ۸۴۷ خانے کا طیار کیا تھا ان کی نذر کروں، زندگی اگر باقی ہے تو اپنے لئے اور طیار کر لیا جائے گا۔"

اقتباس سوم:

"السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۲۲، ذی قعدہ سے آج ۲۲ ربیع الاوّل شریف تک کامل چار مہینے ہوئے کہ سخت علالت اٹھائی۔ مدتوں مسجد کی حاضری سے محروم رہا۔ جمعہ کے لئے لوگ کرسی پر بٹھا کر لے جاتے اور آتے۔"

ان اقتباسات سے امام احمد رضا کی مکتوب نگاری کے محرک اور موضوع کے متعلق کئی ایک اشارے ملتے ہیں، سب سے قیمتی نقطہ تو صنف مکتوبِ نگاری ہی کے متعلق ہے۔ کہ اقتباس اوّل میں ذرا دیکھیں کہ وہ امام جو عرب میں جاکر اپنی عربی دانی کا سکہ ثبت فرماتا ہے مگر جب وہ اپنے برادر دینی یقینی

کے پاس خط لکھ رہا ہے تو دعائیہ کلمات تک عام فہم اور سہل اردو میں رقمطراز ہے ساتھ ہی حسبِ مراتب ترتیبِ لفظ کا حسین انتظام ہے۔ ملاحظہ ہو۔

"مولیٰ تعالیٰ آپ کے ایمان، آبرو، جان ومال کی حفاظت فرمائے۔"

اوّل ایمان کا ذکر کیا جو دنیا کی تمام تر قیمتی چیزوں سے عزیز ہے۔ دوم آبرو جسے جان دے کر بھی بچے تو بچائے رکھنا، کے مصداق ہے بعد میں جان ومال کا بیان ہے' جان پہلے ہے اور مال بعد میں۔ جس جگہ لٹیرے جان اور مال دونوں میں سے کسی ایک کا تقاضہ کریں تو ہر عقلمند انسان مال دے کر بھی جان کی حفاظت چاہتا ہے۔

اقتباس دوم :۔ اس میں بھی آسان اُردو موجود ہے ساتھ ہی یہ خط ان کے کردار کا آئینہ دار ہے جس امام موصوف کے بارے میں مخالفین یہ افتراء باندھتے ہیں کہ وہ مغرور انسان ہیں۔ مگر کیسی عاجزی ہے، ملاحظہ ہو۔ "اُن کی نذر کروں زندگی اگر باقی ہے تو اپنے لئے طیار کر لیا جائے گا" مکتوب کا تیور بتاتا ہے کہ تعویز کا سائل بہر حال امامِ موصوف سے مراتب میں کم ہے، مگر "نذر کروں" مخالفینِ امام موصوف کی افتراء پردازی کو خاکستر کرتا ہوا نظر آتا ہے۔

اقتباس سوم :۔ سہل نگاری موجود ہے۔ ساتھ ہی ان کی داخلی زندگی کا آئینہ دار۔ سو سے زائد علوم وفنون کا امین، ہزار سے زائد تصنیفات کا مصنف، ہجومِ وابستگان کی فیض رسانی، شاگردوں کی رہنمائی، تربیتِ تصوف کی مشغولیت اور آخرِ عمر میں ضعیفی کا بارِ عظیم کو پیشِ نظر رکھیں۔ پھر ملاحظہ ہو۔

"سخت علالت اٹھائی' مدتوں مسجد کی حاضری سے محروم رہا، جمعہ کے لئے لوگ کرسی پر بٹھا کر لے جاتے اور لے آتے۔"

یہاں کس قدر نمازِ باجماعت کا پاس، جماعتِ ترک کا قلق اور صاف گوئی سے کام لیا ہے۔

بعض مکتوبات کے اقتباسات دقیق عربی، فارسی سے پُر ملاحظہ ہو۔

اقتباس اوّل :

بگرامی ملاحظہ، مولانا مولوی حافظ عبدالسلام صاحب دامت فضائلھم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

صحت مزاجِ والدسے مطلع فرمائیں۔ فقیر بے توقیر سوا دعاء کے کیا کر سکتا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کے وجودِ مسعود کو اسلام وسنیت کے حق میں محمود باوجود رکھے۔

اقتباس دوم :

شرف ملاحظہ حضرت بابرکت جامع الفضائل لامع الفواضل شریعت آگاہ طریقت دستگاہ حضرت

مولانا الحاج مولوی محمد انور اللہ خاں صاحب بہادر بالقابہ العز۔

سلام مسنون، نیاز مشحون، ہدیہ مجلس ہمایوں! سگ بارگاہ بیکس پناہ قادریت غفرلہ ایک ضروری دینی غرض کیلئے مکلفِ اوقاتِ گرامی، پرسوں روز سہ شنبہ شام کی ڈاک سے رسالہ "القوال الاظہر" مطبوعہ حیدر آباد سرکار اجمیر شریف سے بعض احباب گرامی کا مرسلہ آیا۔ جس کی لوح پر حسب الحکم عالی جناب لکھا ہے، یہ نسبت اگر صحیح نہیں تو نیاز مند کو مطلع فرمائیں ورنہ طالبِ حق کو اس سے بہتر تحقیق حق کا کیا موقع ہوگا۔ کسی مسئلہ دینیہ شرعیہ میں انکشافِ حق کے لئے نفوسِ کریمہ جن جن صفات کے جامع درکار ہیں۔ بفضلہ عزوجل ذاتِ والا میں سب آشکارا ہے۔

اقتباس سوم :

مولانا المکرم ذی المجد والکرم اکرمکم اللہ تعالیٰ۔

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ! حالات حاضرہ مصائبِ دائرہ نے اسلام و مسلمین کو جس درجہ سراسیمہ و پریشان کیا ہے۔ آپ جیسے واقف کار حضرات سے مخفی نہیں۔ علماء اہلسنت وجماعت اگر اب بھی بیدار نہ ہوں گے تو خدانخواستہ وہ دن دور نہیں کہ سوائے کف افسوس ملنے کے اور کچھ چارہ نہ پائیں گے۔ انھیں ضرورتوں کو محسوس کر کے علماء اہلسنت وجماعت کا مہتم بالشان جلسہ ۲۲، ۲۳، ۲۴، شعبان المعظم روز، دوشنبہ، سہ شنبہ، چہار شنبہ کو ہونا قرار پایا ہے۔ جناب کی اعانت دینی و توجہ مذہبی سے اُمید واثق رکھتا ہوں کہ اس ضروری دینی کام کو سب کاموں پر مقدم سمجھیں گے۔ الی آخرہ۔"

یہ مکتوبات دراصل مرقع ہیں ایک ایسے شخص کے ذہن ومزاج کا جس پر مبداء فیاض نے ہر وادی کی بے شمار راہیں کھول دی تھیں۔ ان مرقعوں میں ارتقائے شخصیت کی گم شدہ کڑیاں بھی ہیں اور موجودہ عناصر کے تجزیئے یا توجیہیں بھی۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ ٹکڑے خط کے نہیں ہیں انشائیوں کے ہیں اور یہ بات غلط نہ ہوگی کہ امامِ موصوف کے بہترین مکتوبات اردو ادب کے بہترین انشائیے ہیں۔ ان میں ہیئت مکتوب کی ہے مگر اسلوب یہاں تک کینوس، موضوع، اثرپذیری انشائیوں کا ہے۔ رضویت کی رعنائیاں ایک جمیل اسلوب میں ظاہر ہوتی ہیں۔ جس طرح خطوط کے مولد امام موصوف کی دوسری تصنیفات سے مختلف ہیں اسی طرح انکی ہیئت بھی ممتاز ہے اور زیادہ تر مکتوبات کی مخصوص فضا اور تکنیک کے باعث مکتوبات کا اسلوب زیادہ لچکدار رواں اور محکم ہے۔ ان میں بیساختگی ہے لیکن بے تکی نہیں۔ ان میں محض مکتوب نگاری کی وضاحت نہیں۔ اس سے زیادہ فن کی بلاغت ہے۔ ان میں بلاغت کے تمام تیور پائے جاتے ہیں اور صنائع، بدائع کے نقوش کی بھی کمی نہیں۔ انشاء پردازی کی ان تمام خوبیوں سے ان کے مکتوبات مزین ہیں جن کا اردو ادب متقاضی ہے۔ ○

ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری، ایک تعارف

محمد سراج الدین شریفی، سہسرام، بہار

محقق عظیم، مفکرِ اسلام، ماہر تعلیم، واقفِ اسرار شریعت و طریقت، آبروئے سنیت، ماہر لسانیت، ماہر رضویات، سراپا فیض و محبت، حضرت مفتی اعظم دہلی قدس سرہٗ کے نورِ نظر، اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دلارے، حکیم اہلسنت محمد موسیٰ امر تسری رحمت اللہ علیہ کے پیارے اور مختلف زبانوں میں دو سو کے قریب کتب و رسائل و مقالات کے مصنف ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری کی شخصیت اور ان کی قلمی خدمات اور ملی افکار کی چمک کے سامنے آفتاب و ماہتاب بھی شرمندہ ہیں۔ مخالفین ایک زبردست زلزلہ محسوس کر رہے ہیں تو اپنے شاداں و نازاں نظر آرہے ہیں بلکہ چاروں جانب سے مرحبا مرحبا اے مسعودِ ملت مرحبا کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔

یہ وہی مسعودِ ملت ہیں جنہیں کالج کے ایک گوشہ سے نکال کر حکیم اہلسنت مرحوم نے انہیں ان کی خداداد صلاحیتوں کا پتہ اور صحیح سمت دیا اور حضرت "رضا" پر تحقیق کیلئے راغب اور تیار کیا اور تادمِ حیات ان کی راہنمائی اور مدد کرتے رہے۔ حکیم صاحب کی کوششوں کا نتیجہ بہت بہتر سامنے آیا۔ وہ اس طرح کہ ڈاکٹر صاحب نے بحر رضویت میں ایسا تحقیقاتی غوطہ لگایا کہ محققین عالم کو حیرہ وخیرہ کر دیا۔ پوری دنیا کو امام احمد رضا کے حقیقی علمی مقام و مرتبہ سے آگاہ کر دیا۔ اپنی شاندار خدمات کے طفیل معارفِ رضا ہو کر ماہر رضویات کا خطاب واعزاز حاصل کر لیا۔ ان کی تحقیقات سے دنیائے علم و تحقیق میں ایک ہلچل مچ گئی اور برصغیر ہندو پاک کے علاوہ یورپ اور امریکہ کے محققین بھی اعلیٰحضرت کی عبقری شخصیت پر غور و فکر کرنے لگے، یہانتک کہ ان پر ڈاکٹریٹ کی ڈگریوں کیلئے تحقیقات بھی کرنے لگے۔ اس طرح ایشیا ہی کیا امریکہ، افریقہ اور یورپ میں بھی حضرت مجدد اعظم پر ریسرچ کرنے کیلئے سیکڑوں کی تعداد میں محققین نکل پڑے۔ اور آج حالت یہ ہے کہ صرف ایک شخصیت یعنی امام احمد رضا کی ہمہ جہت شخصیت کے مختلف علمی پہلوؤں جیسے مذہبیات، فقہیات، سیاسیات، سائنسیات، ادبیات اور ان کی ملی خدمات پر اتنی ڈگریاں ڈاکٹریٹ کی لی گئی ہیں کہ یہ امر اپنے آپ میں ایک عالمی ریکارڈ بن گیا ہے۔ اور عقل کو حیران کر دینے والی حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ سلسلہ ابھی تھما نہیں ہے بلکہ اس میں اور تیزی آتی جارہی ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی بلند مرتبت شخصیت پر کچھ لکھنا تو اہلِ علم کا حق بلکہ خاصہ ہے، مجھ جیسا کم علم تو

اگر صرف ان کا تعارف ہی پیش کر دے تو بڑی بات بلکہ سعادت کی بات ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی علمی، فکری اور نظریاتی عظمت کا اعتراف اور ان کی تحریرات کی چاہت و قدر کا اظہار حکیم محمد سعید، ہمدرد کمپنی پاکستان جیسا جہاں دیدہ صاحبِ علم وبصیرت اس طرح کرتا ہے،

"میں نے برصغیر کے ان اہلِ علم و فکر و نظر اور صاحبانِ تصنیف کی ایک فہرست مرتب کی ہے جن کے بارے میں مجھے یقین و اطمینان ہے کہ انہوں نے برصغیر میں انقلابِ فکر پیدا کیا ہے اور تعمیر و تہذیب اذہان میں ناقابلِ فراموش اور مؤثر و مثبت حصہ لیا ہے۔ اس فہرست میں آپ کا اسم گرامی بھی ہے۔ میں ممنون ہوں کہ آپ نے ازراہِ لطف و کرم اپنی گرانقدر تصانیف وقتاً فوقتاً مجھے ہدیتاً بھجواتے رہے ہیں۔ بلاشبہ یہ میرے لئے ایک قیمتی سرمایہ ہے۔ مگر میں اس سے ایک قدم اور آگے بڑھانا چاہتا ہوں۔ میں آپ کی کم سے کم ایک تصنیف کا اصل مسودہ حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

(ڈاکٹر محمد مسعود احمد اور نثر اردو" صفحہ ۱۱۲ از: ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، ناشر ادارۂ مسعودیہ کراچی)

ڈاکٹر عزیزی صاحب جو خود ڈاکٹر صاحب کی راہ کے ایک سنجیدہ مسافر ہیں، ڈاکٹر صاحب کی نسبت اپنے تاثرات کا اظہار اس طرح کرتے ہیں،

"تقسیم ہند کے بعد اُبھر کر سامنے آنے والے نثر نگاروں میں بیشتر ناول، افسانے، تنقید، تاریخ، تحقیق، سوانح اور صحافت وغیرہ اصناف میں سے ایک یا چند اصناف سے وابستہ نظر آتے ہیں اور ان کی انشاء پردازی اور قلم کاری کے جوہر انہیں اصناف میں دیکھنے کو ملتے ہیں۔ چند صاحبانِ قلم ایسے ملیں گے جنہیں کثیر الجہات ادباء و مصنفین کی صف میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ ایسے کمیاب لیکن کامیاب ادباء میں ایک نام ڈاکٹر صاحب کا بھی ہے جو تقریباً ۳۷ سالوں سے مذہب، تصوف، اخلاق، تعلیم، سوانح، تاریخ، تنقید، سیاست، فلسفہ اور شعر و ادب وغیرہ موضوعات پر نثر اردو کو نئی نئی جہتوں اور سمتوں سے آشنا کراتے ہوئے اپنے قلم کا جوہر دکھانے میں مصروف ہیں۔" (حوالہ ابتدائیہ ایضاً)

قارئین کرام کو یہ جان کر بہت حیرت ہوگی کہ ڈاکٹر صاحب نے ردِ وہابیہ پر بھی لکھا ہے اور خوب لکھا ہے مدیر "افکارِ رضا" محمد زبیر قادری لکھتے ہیں۔ "میں نے ایک پایہ کے مفتی کو یہ اعتراض کرتے سُنا کہ پروفیسر صاحب ردِ وہابیہ کیوں نہیں کرتے؟ تب مجھے ان کی کم علمی کا احساس ہوا۔ میں نے انہیں بتایا کہ پروفیسر صاحب نے اسمٰعیل دہلوی کی گستاخانہ کتاب "تقویت الایمان" کا رد "نور و نار" کے نام سے لکھا ہے جو ہندوستان میں "اجالا" کے نام سے شائع کی گئی ہے۔ پروفیسر صاحب کا ردِ وہابیہ کرنے کا اپنا انداز ہے (وہ ردِ وہابیہ کے وقت تلخی کے بجائے شیرینی کا سہارا لیتے ہیں اور اس طرح مخالف کو اپنا بنانے کی

کوشش کرتے ہیں۔ ان کے حسنِ اندازِ بیان سے مخالف گھائل ہو کر بھی مسکراتا ہوا نظر آتا ہے) اُن کے اسی طرزِ تحریر کی وجہ سے آج دنیا بھر میں ان کی کتابوں سے استفادہ کر کے لاکھوں لوگوں نے اپنے دین و ایمان کو سنوارا، مستحکم کیا اور عقاید کو محفوظ کیا ہے۔...... پروفیسر صاحب کی بہت سی تحریریں ابھی تک ہندوستان میں نہیں آسکی ہیں اس لئے لوگوں نے ابھی تک ان کو مکمل طور پر نہیں پہچانا ہے۔ یہاں پر میں نے اُن کے وہ مقدمات دیکھے ہیں جو انہوں نے پاکستانی علماء کی ردِ وہابیہ کے موضوع پر لکھی گئی کتابوں پر لکھے ہیں۔ مثلاً پروفیسر فیاض احمد خان کاوش کی کتاب "ننگِ دین ننگِ وطن" اور مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی کی تصنیف "سفید و سیاہ" پر لکھے ہیں جن میں نام لیکر وہابیوں کا رد کیا گیا ہے۔" (حوالہ سہ ماہی "افکارِ رضا" ممبئی صفحہ ۶۴۔ ۶۵ "روداد پاکستان" جنوری تا مارچ ۲۰۰۰ء)

اس کے بعد مدیرِ افکارِ رضا نے "سیاہ و سفید" کے مقدمہ کا ایک پیراگراف بطور نمونہ پیش کیا ہے۔ قارئین کرام پروفیسر صاحب کے حسنِ اندازِ بیان، فکری بلندی اور موضوع کی جامعیت و لطافت سے لطف اندوز ہوں۔ وہ ایک طرف جہاں مخالفین کی تخریب کاری کی طرف اشارہ کرتے ہیں تو دوسری طرف اپنوں کی طریقہ کار کی خامیوں کی نشاندہی بھی کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب اس طرح گوہرباری کرتے ہیں: "اس وقت عالمی سازش کے تحت نئے نئے فرقے اُبھر رہے ہیں اور فکر و نظر میں انتشار کا سیلابِ عظیم اُمنڈ رہا ہے۔ ہر فرقہ افرادی قوت، اہلسنت ہی سے حاصل کر رہا ہے۔ ہم جانے والوں کو سمجھانے کی بجائے چھوڑتے چلے جا رہے ہیں، یہ دانائی و حکمت کے خلاف ہے...... اپنی کھوئی ہوئی متاع کس کو عزیز نہیں ہوتی، ہر شخص حاصل کرنے کی آرزو رکھتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ واپس مل جائے۔ ہم کو بھی کوشش کرنی چاہئے کہ ہماری افرادی قوت ہم کو واپس مل جائے اور ہم متحد ہو جائیں۔ پھر دنیا اہلسنت و جماعت کی وہی شان و شوکت دیکھے جو ایک ڈیڑھ صدی قبل سلطنتِ عثمانیہ کی صورت میں دیکھ چکی ہے۔"　　　("سفید و سیاہ" صفحہ ۱۶)

آگے جناب مدیر ایک محفل میلاد کا تذکرہ کرتے ہیں جہاں ڈاکٹر صاحب نے بہت اچھے انداز اور رعب و دبدبہ کے ساتھ ردِ وہابیہ کیا تھا۔ ایضاً۔

ڈاکٹر صاحب نے مولینا لیس اختر مصباحی کی مشہور زمانہ تصنیف "امام احمد رضا اور ردِ بدعات و منکرات" پر بھی مقدمہ لکھا ہے۔ مذکورہ مقدمہ میں ڈاکٹر صاحب دہابی علماء اور نیشنلسٹ لیڈران کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

"مستشرقین اس تلاش میں ہیں کہ کوئی ملے تو اس پر تحقیق کریں اور ہم اس کوشش میں ہیں کہ کوئی ملے تو اس کو دفن کریں...... ۱۹۲۰ء کے تحریکِ ترکِ موالات کے زمانے میں ہندوؤں کے ساتھ

مل کر قشقہ لگایا، ارتھیوں کو کاندھا دیا، مندروں میں گئے، ہندو لیڈروں کو مسجد کے منبروں پر بٹھایا اور کیا کچھ نہیں کیا۔ ان حالات میں وہی ایک نظر آتا ہے جس نے تمام رسوائیوں کو برداشت کرتے ہوئے پوری قوت کے ساتھ مسلمانوں کو کفر و شرک کے اس الاؤ سے بچایا۔"

اعلیٰحضرت پر اتہامات کے جواب میں لکھتے ہیں :

"کہا جاتا ہے وہ تکفیرِ مسلم میں بے باک تھا۔ حالانکہ اس نے عالم اسلام کے لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کو چند علماء کے ہاتھوں کافر و مشرک ہونے سے بچایا۔ البتہ ان چند علماء کا خوب تعاقب کیا جن کے عقیدے کے مطابق ایک دو نہیں بلکہ عالم اسلام کے کروڑوں مسلمان کافر و مشرک قرار پارہے تھے۔ اہلِ دانش کو اس جانب توجہ دینی چاہئے۔"

(حوالہ کتاب "امام احمد رضا اور ردِ بدعات و منکرات" صفحہ ۳۸، ۴۲، ناشر رضوی کتاب گھر دہلی)

جیسا کہ میں نے اوپر عرض کیا ہے ڈاکٹر صاحب کو ان کی کالج کی گوشہ نشینی سے باہر لانے اور انہیں اپنی رہنمائی اور مدد سے ماہر رضویات بنانے میں حکیم محمد موسیٰ امرتسری کی زبردست کوششیں کار فرما ہیں۔ اس لئے جہاں مسعودِ ملت کی حیثیت ماہر رضویات کی بات ہو وہاں حکیم اہلسنت مرحوم کا تذکرۂ جمیل ضروری بلکہ لازمی ہو جاتا ہے۔ اس ضمن میں مدیر "جہانِ رضا" اقبال احمد فاروقی لکھتے ہیں :

"حکیم محمد موسیٰ امرتسری کی تحریک پر سنی قلم کار، اسکالرز اور علماء و مشائخ کا ایک قافلہ تیار ہو گیا۔ ان اہلِ قلم حضرات میں ایک ایسا دانشور سامنے آیا جو آگے چل کر ماہر رضویات کے لقب سے ملقب ہوا۔ وہ تھا ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری...... ان کے قلم میں نور تھا، انداز شگفتہ تھا۔ مرکزی مجلس رضا لاہور ان کے لئے نہایت موزوں ادارہ تھا...... ڈاکٹر صاحب نے بلند پایہ کتابیں لکھیں اور مجلس نے انہیں بڑے اہتمام سے شائع کیا اور لاکھوں کی تعداد میں پوری دنیا میں مفت تقسیم کیا"۔

(حوالہ ماہنامہ "جہانِ رضا" لاہور اداریہ جولائی ۱۹۹۹ء)

یہاں قارئین کرام اس حقیقت کو سامنے رکھیں کہ ڈاکٹر صاحب نے اعلیٰحضرت پر ۱۹۷۰ء میں تحقیقی کام کا آغاز کیا ہے اور اس کے بعد تحقیقات و تصنیفات کا دریا بہا دیا ہے۔ مگر اس تاریخ سے پہلے وہ دوسرے موضوعات پر لکھا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں :

"مرکزی مجلس رضا لاہور کی تحریک اور اس کی مدد سے میں نے ۱۹۷۰ء میں اعلیٰحضرت پر تحقیقی کام کا آغاز کیا۔ (حوالہ ابتدائیہ از خود Neglected Genius of the east ناشر مرکزی مجلس رضا لاہور) اور دوسری جگہ لکھتے ہیں، "میں نے اعلیٰحضرت پر تحقیقی کام کا آغاز ۱۹۷۰ء میں کیا ہے۔ اس

سے پہلے تو میں خود اعلیٰحضرت کی نسبت اندھیرے میں تھا۔" حوالہ ابتدائیہ "Imam Ahmed Raza Reflections and Impressions" یہ کتاب ڈاکٹر صاحب کی ایک اور کتاب کا انگریزی ترجمہ ہے جس کے مترجم پروفیسر زین الدین صدیقی اور ناشر المجمع الاسلامی مبارکپور ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے ایسے اقوال اور جگہوں پر بھی ملتے ہیں۔ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ آخر مرکزی مجلس رضا لاہور کے بانی وصدر حکیم اہلسنت مرحوم ہی تو تھے۔ حکیم صاحب عمر میں بھی ڈاکٹر صاحب سے بڑے تھے مبلغ اسلام رئیس التحریر علامہ ارشد القادری مدظلہ العالی رقمطراز ہیں، "ایشیاء میں رضویات پر تحقیقی کام کرنیوالا سب سے قدیم ادارہ پاکستان میں ہے جو کہ مرکزی مجلس رضا کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے۔ ادارہ کے بانیوں میں نقیبِ اہلسنت حضرت مولنا حکیم محمد موسیٰ امرتسری کا نام سنہرے حرفوں میں لکھے جانے کے قابل ہے۔" (حوالہ۔ تقدیم بر "امام احمد رضا اور رد بدعات ومنکرات" صفحہ ۱۷، ناشر رضوی کتاب گھر دہلی)

ڈاکٹر صاحب کی ولادت ۱۹۳۰ء دہلی میں ہوئی۔ آپ برصغیر کے مشہور مذہبی وعلمی خانوادہ کے چشم وچراغ ہیں۔ آپ کے والد ماجد مفتی اعظم دہلی مفتی محمد مظہر اللہ صاحب (ف ۱۹۶۶ء) دنیائے اسلام کی ایک جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ حضرت مظہر اللہ قدس سرہ ایک جید عالم دین، عظیم فقیہ اور شیخ طریقت تھے۔ تقریباً اٹھارہ سال کی عمر تک انہی کی کفالت اور نگرانی میں حضرت مسعودِ ملت نے تعلیم وتربیت حاصل کی۔ ۱۹۴۸ء میں ہجرت سے قبل ڈاکٹر صاحب نے درسِ نظامی، علوم شرقیہ اور فاضل فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ پاکستان جاکر وہاں فاضل اردو ۱۹۵۶ء اور ایم۔اے ۱۹۵۶ء سندھ یونیورسٹی حیدآباد سے کیا۔ ایم۔اے میں امتیازی پوزیشن حاصل کرنے پر چانسلر اور وائس چانسلر سے گولڈ میڈل اور سلور میڈل حاصل کیئے۔ ۱۹۷۱ء میں "اردو میں قرآنی تراجم وتفاسیر پر ایک جائزہ" پر پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۵۸ء سے بحیثیت لکچرار شاہ عبد الطیف کالج، میرپور خاص سندھ میں درس وتدریس کی شروعات کی۔ ۱۹۵۸ء تا ۱۹۹۲ء ریٹائرمنٹ تک متعدد گریجویٹ اور پوسٹ گریجویٹ کالجوں میں سینئر پروفیسر اور پرنسپل رہے۔ ۱۹۹۱ء میں چندماہ حکومتِ سندھ کی وزارتِ تعلیم میں ایڈیشنل سیکریٹری کے عہدے پر بھی کام کیا ہے۔ ۱۹۹۲ء میں سکھر پوسٹ گریجویٹ کالج سے بطور پرنسپل ریٹائر ہوئے۔

پاکستان کی مختلف یونیورسٹیوں اور قومی مقابلہ جاتی امتحانوں، پبلک سروس کمیشن (پی، ایس، سی) وغیرہ امتحانوں کے ممتحن Examiner، سفاراتی بورڈ کے چیرمین اور ریویو وغیرہ بھی رہ چکے ہیں۔ آپ کی نگرانی میں کئی اسکالروں نے ڈاکٹریٹ کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کو سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ میں اپنے والد گرامی سے بیعت وخلافت حاصل ہے اور آپ انہی کے سجادہ نشین ہیں۔ علمی، تحقیقی اور ادبی خدمات نیز

اسکالروں کی راہنمائی کیساتھ ساتھ بیعت وارشاد، تبلیغ و تلقین، تطہیر قلب اور روحانی تربیت کا فریضہ بھی خوبی انجام دے رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب اُردو زبان وادب اور علومِ دینیہ میں مہارت کیساتھ ساتھ مختلف علوم وفنون اور عربی فارسی کے علاوہ انگریزی زبان وادب پر بھی گہری نگاہ رکھتے ہیں اور کامل دستگاہ بھی۔

ڈاکٹر صاحب کے قلمی سفر کا آغاز ۱۹۵۶ء سے ہوا۔ آپ نے اردو شاعر ولی دکنی اور انگریزی شاعر چاسلر کے تقابلی جائزہ پر وقیع مقالہ لکھ کر سندھ یونیورسٹی سے پہلا انعام حاصل کیا۔ حضرت مسعود ملت نے اسلامیات، معاشیات، عمرانی علوم اور ادب سے متعلق کئی انگریزی کتب کے اردو تراجم بھی کئے ہیں۔ آپ نے بیسیوں ادباء و مصنفین کی مختلف علوم وفنون پر مبنی کتابوں پر تقدیم و تقریظ اور تبصرے بھی لکھے ہیں اور کئی قلم کاروں کے مسودات کی ترتیب وتحشیہ کا فریضہ بھی انجام دیا ہے۔" ("ڈاکٹر محمد مسعود احمد اور نثر اردو" صفحہ ۷، ۸) ڈاکٹر صاحب نے مختلف موضوعات پر مختلف زبانوں میں دو سو کتب ورسائل و مقالات تحریر کئے ہیں۔ (" معارف رضا کراچی صفحہ ۲۸، اگست ۲۰۰۰) ڈاکٹر صاحب کی اکثر تصنیفات امام احمد رضا کے ہمہ جہت علم وفن کی عکاس ہیں۔ ان کی تحریریں برصغیر ہندوپاک کے علاوہ یورپ کے مذہبی وادبی جرائد میں شائع ہو چکی ہیں۔ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کے مطابق ڈاکٹر صاحب کی صرف اردو میں تصانیف و تالیفات کی تعداد ۵۲ ہیں جن میں ۱۹، امام احمد رضا پر ہیں اور دس کتب ورسائل زیر تدوین ہیں۔" (ایضا) ڈاکٹر صاحب نے مذہبیات ورضویات کے علاوہ مختلف علوم وفنون کی سو کے قریب کتب ورسائل پر مقدمات، تقریظات، تنقیدات اور تبصرے رقم کئے ہیں۔ "آئینہ رضویات" کے عنوان سے ڈاکٹر صاحب کے رضویات سے متعلق مقدمات و تاثرات کو فاضلین نے یکجا کر دیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے منفرد طرز نگارش اور مسحور کن انداز بیان کا ایک بار پھر لطف اٹھائیں۔ وہ اسطرح گل افشانی کرتے ہیں۔

"صورتیں نہیں سیرتیں چمکتی ہیں اور جب سیرتیں چمکتی ہیں تو صورتیں بھی چمکنے لگتی ہیں۔ آفتاب چمکتا ہے تو ماہتاب چمکتا ہے۔ آفتاب نہ چمکے تو ماہتاب کہاں سے آئے؟ ظاہری سج دھج میں کیا رکھا ہے، کچھ بھی نہیں۔ ایک حادثۂ عظیم رونما ہونیوالا ہے سب نقوش ونگار مٹ کر رہ جائیں گے اللہ اللہ۔"

(حوالہ ڈاکٹر محمد مسعود احمد اور نثر اردو" صفحہ ۴۸)

ایک جگہ وہابی وغیر جانبدار مؤرخین کی طرف خوبصورت اشارہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"ہماری تاریخ کے ایک حصہ پر جو علماء وصوفیہ سے متعلق ہے، سیاست چھائی ہوئی ہے...... بعض مؤرخین تو وہ ہیں جو علماء حق سے قریب نہ ہونے کی وجہ سے اُن سے بے خبر رہے۔ بعض کی وفاداریاں قوم پرست علماء کے ساتھ تھیں وہ کھل کر نہ لکھ سکے بلکہ بعض نے تاویلات سے کام لے کر تاریخ مسخ

کرنے کا فریضہ ادا کیا ہے۔ بعض محض عقائد کے اختلاف کی وجہ سے اپنے مخالف علماء کی خدمات کو سراہ نہ سکے، ورنہ یہ ممکن نہ تھا کہ آزادی ملے پچاس سال بیت جائیں اور قوم اپنے محسنین سے نا آشنا رہے۔"

(حوالہ اداریہ معارف رضا" اگست ۲۰۰۰)

اپریل ۲۰۰۰ء کے حالیہ دورہ کے تعلق سے ماہنامہ "اعلیٰحضرت" بریلی نے جون کا اداریہ بعنوان وردِ مسعود" شائع کیا تھا اور ڈاکٹر صاحب کے تئیں اپنا خراجِ عقیدت اس طرح پیش کیا تھا۔

"زہے نصیب! مسعودِ ملت اپنے مرکز عشق و عقیدت بریلی تشریف فرما ہوئے۔ اہلِ علم و دانش و ادب نے انہیں مرحبا کہا، خراجِ تحسین پیش کیا، استقبالیہ دیا۔ ان کی آمد پر لوگوں نے خوشیوں کا اظہار کیا اور ان کے دیدار سے اپنی آنکھوں کو نور اور دِلوں کو سرور بخشا۔ مسعودِ ملت نے سفر و حضر میں، اُٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، محفل محفل لمحہ لمحہ اعلیٰحضرت کو سلام پیش کیا۔

بریلی شریف میں اعلیٰحضرت کے دیوانے اس محبِ اعلیٰحضرت کی ملاقات کا اشتیاق لے کر رضا مسجد و خانقاہِ رضویہ کی جانب اُمڈ پڑے اور خوب خوب شرابِ دیدار سے چشمِ اشتیاق کو سیراب کیا نیز اپنے خلوص و محبت کا نذرانہ و سلام مسعودِ ملت کی بارگاہِ محبت میں پیش کیا۔ (حوالہ معارف رضا ص ۲۸، اگست ۲۰۰۰)

ڈاکٹر صاحب کے مطابق "جہاں اپنی آبادی زیادہ ہے وہاں زیادہ کام کرنے کی ضرورت ہے تاکہ قرب و جوار مخالفین سے محفوظ ہو جائے۔ قادیانیت نہایت خطرناک فرقہ ہے وہ نہایت عیاری کے ساتھ مسلم انگریزی گھرانوں میں گھستا جا رہا ہے۔ (قادیانیوں کے اکثر لٹریچرس انگریزی میں شائع ہوتے ہیں) اپنا مؤقف پیش کرتے وقت ضعیف حدیث کا استعمال نہ کیا جائے۔ دعوت و تبلیغ کے وقت مخالفین سے جھگڑا نہ کیا جائے اور مخاصمت کا رویہ قطعاً نہ اختیار کیا جائے۔ دعوتی کاموں میں اوّلیت ایسے لوگوں کو دی جائے جو دِین گشتہ ہیں اور مخالف کیمپوں میں جا رہے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اپنی طرف لانا ہماری مذہبی و ملی ذمہ داری ہے۔ نوجوان طبقہ بہت تیزی کے ساتھ اِدھر سے اُدھر جا رہا ہے۔ اب پانی سر سے اونچا ہو گیا ہے۔ اب تو خاندانی علماء تک وہابیوں کی رسائی ہو گئی ہے۔ ایسے لوگوں کو شفقت و محبت سے واپس لانا ہماری شرعی و اخلاقی ذمہ داری ہے۔ اور بوڑھوں کے مقابلے نوجوانوں کی حفاظت زیادہ ضروری ہے وہ حق کا متلاشی ہے اسے صحیح سمت دینے کی ضرورت ہے۔" اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کی خدماتِ جلیلہ کے طفیل ان کو صحتِ کاملہ کیساتھ عمر خضر عطا فرمائے تاکہ دنیائے سنیت ان کے علمی، تحقیقی و فکری فیوض و برکات سے سیراب ہوتی رہے۔ آمین بجاہ سید المرسلین، صلی اللہ علیہ وسلم۔

فقیہ اعظم ہند علیہ الرحمہ اکابر کی نظر میں

از:۔ محمد کلیم اشرف شریفی (جنرل سکریٹری شریفی لائبریری گونڈہ۔ یوپی)

(۱) حضور تاجدار اہلسنت گل گزار برکاتیت سیدی سرکار احسن العلماء قدس سرہ "مارہرہ مطہرہ":
"منھا جس کا نام ہے "وہ چند بزرگوں کو چھوڑ" ہمارے مفتی محمد شریف الحق امجدی صاحب میں زیادہ پائے گا"

(۲) محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ سردار احمد گورداسپوری "ثم لائل پوری" قدس سرہ اپنی ایک تحریر میں یوں فرماتے ہیں "اگر تم لائل پور آجاتے تو مجھے بڑی خوشی ہوتی۔"

(۳) استاذ العلماء تاج العرفان جلالۃ العلم حافظ ملت قدس سرہ:
"میں جب تم کو پڑھانے لگتا ہوں تو میرے علم میں جوش آجاتا ہے" اور "جی چاہتا ہے کہ جو کچھ بھی حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے عطا فرمایا ہے سب تمہارے سینے میں انڈیل دوں۔"

اپنے معاصرین کی نظر میں:

(۱) بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنانی صاحب قادری شمس العلوم گھوسی:
"جو لوگ کام کرتے ہیں وہ ہمیشہ یاد رکھے جاتے ہیں فقیہ اعظم ہند علیہ الرحمہ نے زندگی بھر محنت و لگن سے کام کیا مسائل دینیہ کی ترویج و اشاعت کے ذریعہ ہمیشہ لوگوں کی خدمت کی۔"

(۲) حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری جامعہ اشرفیہ مبارکپور:
"فقیہ اعظم ہند علیہ الرحمہ ہمارے خاندان کے علمی وقار تھے۔"

(۳) حضرت علامہ عبد الحفیظ صاحب قبلہ سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اپنے ایک بیان میں یوں فرماتے ہیں: "فقیہ اعظم ہند علیہ الرحمہ اشرفیہ کے سب سے اہم اور ذمہ دار شخص تھے اس کی ترویج و اشاعت میں شب و روز کوشاں رہتے۔ بلا شبہ ان کی رحلت سے جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا پُر ہونا ناممکن تو نہیں لیکن بعید ضرور ہے۔"

(۴) رئیس التحریر حضرت علامہ ارشد القادری صاحب بانی جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء دہلی:
"فقیہ اعظم ہند علیہ الرحمہ کا کوئی بدل نہیں۔"

(۵) امیر دعوت اسلامی پاکستان حضرت مولانا محمد الیاس عطار قادری کراچی:
"علم کا ایک اور روشن چراغ بجھ گیا 'بیشک موت العالم موت العالم' حضرت فقیہ العصر کی وفات عالم اسلام کیلئے عظیم سانحہ ہے انھیں سنیت کی ترویج و اشاعت سے گہرا شغف تھا جبھی تو اہلسنت کی سب سے بڑی اور فعال ترین تحریک دعوت اسلامی سے پیار تھا۔"

(۶) مفتی اعظم راجستھان حضرت مفتی محمد اشفاق حسین نعیمی جودھپور:
"حضرت فقیہ اعظم ہند علیہ الرحمہ علم و حکمت اور فقاہت و بصیرت کے مظہر اتم تھے۔"

(۷) حضرت فقیہ اعظم کے صاحبزادے مولانا حمید الحق ہرارے (افریقہ):

"آپ لوگ کس قدر خوش قسمت ہیں کہ تا حضور کی آخری زندگی تک ان کی خدمت سے مشرف ہوئے مجھے تو نماز جنازہ و تدفین سے محرومی کا احساس زندگی بھر رہے گا۔"

(۸) حضرت مولانا نوشاد عالم مصباحی افریقہ:

"فقیہ اعظم ہند علیہ الرحمہ ملت کے پاسبان تھے" پھر دوسری جگہ یوں فرماتے ہیں "علمائے دین میں فقیہ اعظم ہند کو میں نے جس درد و سوز کیساتھ دین کی خدمت کرنے کا پیکر مجسم پایا اس کی مثال چراغ لیکر ڈھونڈھنے سے بھی ملنی مشکل ہے۔ ان کی زندگی عوام تو عوام خواص کے لئے بھی قابل تقلید تھی۔"

(۸) حضرت فقیہ اعظم ہند کے تلمیذ رشید حضرت مولانا عبد الحق رضوی جامعہ اشرفیہ مبارکپور:

"حضرت فقیہ اعظم ہند گونا گوں صفات کے جامع تھے جملہ علوم درسیہ پر کامل دستگاہ رکھتے تھے" پھر دوسری جگہ فرماتے ہیں "فقیہ اعظم ہند ان عظیم ہستیوں میں سے ایک ہیں جو صدیوں میں پیدا ہوتی ہے"

(۹) حضرت مولانا محمد مبارک حسین مصباحی چیف ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ:

"حضرت فقیہ اعظم ہند نے اپنی پوری زندگی اشرفیہ کی خدمت میں گذار دی۔"

(۱۰) حضرت سید احسن میاں جامعہ فاطمہ شاہجہانپور:

"فقیہ اعظم ہند علیہ الرحمہ کا شمار عالمی سطح کے جید علماء و فقہاء کی فہرست میں نمایاں تھا۔"

(۱۱) حضرت مولانا شریف الحسن نوادوی مبارکپور:

"شارح بخاری اللہ کے ولی تھے اور اللہ کے ولی کو کوئی خوف و غم نہیں۔"

(۱۲) حضرت قاری جمیل احمد نظامی مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن لکھنؤ:

"فقیہ اعظم ہند علیہ الرحمہ کی ابھی قوم کو ضرورت تھی وہ فقاہت کے امین اور اسلامیات کے چیف جسٹس تھے۔"

(۱۳) حضرت علامہ مولانا فروغ احمد اعظمی دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی:

"حضرت فقیہ اعظم ہند علیہ الرحمہ سراپا علم و حکمت اور حق وراست گوئی کے بلند مینار تھے۔"

(۱۴) قاری محمد شفیق احمد نعیمی فضل رحمانیہ (گونڈہ):

"فقیہ اعظم ہند علیہ الرحمہ مسلک اعلیحضرت کے سب سے بڑے مبلغ و ترجمان تھے۔"

(۱۵) مولانا محمد ایوب رضا۔ ممبئی:

"شارح بخاری کی پوری زندگی ایک مشن اور ایک تحریک تھی۔"

(۱۶) محمد زبیر قادری ایڈیٹر سہ ماہی افکار رضا، ممبئی:

"حضرت فقیہ اعظم نے نزہۃ القاری شرح بخاری لکھ کر ہم اہل ہند کا سر فخر سے اونچا کر دیا ہے اس شرح نے گزشتہ ۵۰ سالہ جمود کو توڑا ہے۔ حضرت فقیہ اعظم کا یہ کارنامہ ان کے تمام کاموں پر بھاری ہے۔" ○○○

باسنی ...... ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں ہے

از: غلام مصطفیٰ قادری رضوی، رحمت عالم گلی، باسنی۔ ناگور

محبِ گرامی عالیجناب محمد زبیر قادری مدیرِ اعلیٰ افکار رضا ممبئی سے جب فقیر قادری نے باسنی کے اسلامی ماحول کو بیان کیا تو موصوف نے بروقت فرمایا کہ آپ باسنی کے متعلق ایک مکمل مضمون لکھ کر ارسال کر دیں جسے ہم افکار رضا میں شائع کر کے ملک وبیرونِ ملک کی عوام و خواص کو ایسی خوبصورت اسلامی بستی سے متعارف کروا سکیں۔ لہٰذا موصوف کی فرمائش پر چند سطور لکھ رہا ہوں۔ مولیٰ تعالیٰ بطفیلِ رسول گرامی وقار علیہ السلام اس بستی پر اپنا خصوصی فضل و کرم فرمائے اور یہاں کے ساکنان کے قلوب واذہان کو اپنے محبوبین کی محبت میں سرشار فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

سلطان الہند خواجہء اعظم سیدنا معین الملۃ والدین المعرف غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مقدس دھرتی اجمیر شریف سے تقریباً ۱۹۵، کلومیٹر دور ناگور شریف شہر آباد ہے جہاں بے شمار نفوسِ قدسیہ محوِ استراحت ہیں انہیں بزرگ شخصیات میں حضور سلطان التارکین سیدنا صوفی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پُر انوار بھی مرجع خلائق ہے۔

صوبہء راجستھان میں جن بزرگ ہستیوں نے تبلیغ واشاعتِ دین کا زرّین فریضہ انجام دیا ان میں حضور صوفی حمید الدین ناگوری علیہ الرحمہ والرضوان کا نمایاں حصہ رہا ہے۔ بلکہ آپ ہی کے قدومِ میمنت لزوم کی برکت ہے کہ آج پورے ناگور میں اسلام وسنیت کی شمع روشن ہے۔ آپ اپنے پیرومرشد حضور خواجہ غریب نواز کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اور فرمان الٰہی ادع الی سبیل ربك بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ پر عمل پیرا ہو کر لوگوں کو اچھے انداز میں دعوت اسلام دی جس سے بندگان خدا کی بیشمار تعداد آپکی گرویدہ ہو گئی اور اسطرح علاقے بھر میں اسلام کا اُجالا پھیلتا رہا اور کفرستان میں زلزلے آگئے حضور صوفی (علیہ الرحمہ) صاحب کا فیضان آج بھی مثلِ حیات ظاہری جاری وساری ہے۔ اللّٰھم زد فزد

ناگور مقدس سے آٹھ ۸ کلومیٹر دور ایک خالص اسلامی بستی آباد ہے جو ملک بھر میں "باسنی" کے نام سے مشہور ہے خدا اور سول جل وعلا و علیہ السلام کا خصوصی فیضان کرم اور محبوبینِ خدا کی خصوصی عنایات اس بستی پر بیمثہ ۳۵، ہزار افراد پر مشتمل یہ بستی جہانِ سنیت میں امتیازی حیثیت حاصل کر چکی ہے مزید خوبی یہ کہ سبھی سنی صحیح العقیدہ مسلمان ہیں اور خدا کے محبوبین کی عقیدت و محبت ان کے سینوں میں بسی ہوئی ہے۔ فالحمد للہ علی ذالك۔

باسنی کے دینی اور اسلامی حالات و معاملات پر کچھ لکھنے سے پہلے حضور شارح بخاری فقیہ اعظم ہند علامہ مفتی الشاہ محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان کے وہ تاثرات پیش کرنا میں مناسب سمجھتا ہوں جو باسنی کے اسلامی معاشرے سے متاثر ہو کر آپ نے رقم فرمائے:

"الحمد للمتوحد و بجلاله المنفرد و صلاته دواماً على خير الانام محمد واله و صحبه وسلم

ناگور شریف کا مشہور قصبہ باسنی اپنے اندر متعدد ایسی خصوصیات رکھتا ہے جس سے دنیا کی یا کم از کم ہندوستان کی آبادیاں محروم ہیں۔

(۱) اس بستی میں غالب اکثریت جو کہ قریب قریب کُل کے کُل مسلمان آباد ہیں۔

(۲) اور بحمدہ تعالیٰ کُل کے کُل قریب قریب سنی صحیح العقیدہ مسلک اعلیٰحضرت کے پابند ہیں۔

(۳) اللہ عزوجل کا شکر ہے کہ ان میں اتفاق و اتحاد ہے لڑائی، جھگڑا، رسا کشی نہیں۔

(۴) اللہ کی رحمت سے بہت خوش حال یہاں کی غالب اکثریت متوسط الحال ہے۔

(۵) اور اکثر لوگ دیندار شریعت کے پابند باجماعت مسجد میں جا کر نماز پڑھنے والے، حدِ شرع تک داڑھی رکھنے والے لوگ ہیں۔ علمائے کرام سے گہری عقیدت اور نیاز مندی رکھتے ہیں ان کی قدر و منزلت کرتے ہیں، ان کی خدمت کو سعادت سمجھتے ہیں۔

(۶) دین کی خدمت دین کی نشر و اشاعت خصوصاً مسلک اعلیٰحضرت کو فروغ دینا ان کا محبوب مشغلہ ہے۔"

مذکورہ بالا کلمات سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضور شارح بخاری نے گاہ بگاہ تشریف لا کر یہاں کے حالات کا جائزہ لے کر اپنے تاثرات تحریر فرمائے۔

"حمد اس پروردگار کیلئے جس نے یہاں کے باشندوں کو اسلامی رنگ میں رنگ دیا اور ایسا جذبہ عطا فرمایا کہ ہر فرد علمائے کرام کی آواز پر لبیک کہتا ہوا دین و ملت کی ترویج و اشاعت میں کوشاں رہتا ہے پنجوقتہ باجماعت نماز ادا کرنا، نماز کے بعد سلام و مصافحہ کرنا، اتحاد و اتفاق پیدا کر کے اپنی اخوت و محبت کا اظہار، ایک دوسرے کی خیر خواہی کرنا، یہ وہ خوبیاں ہیں جو ایک قصبہ یا بستی میں ہمشکل پائی جاتی ہیں۔ باسنی میں چونکہ سبھی ایک قوم کے افراد ہیں جسے ناگوری کے نام سے ہندوستان بھر میں پہچانا جاتا ہے۔ ایک ہی برادری ہے اور شادی بیاہ بھی اپنی برادری کے لوگوں سے کرنا یہاں کی امتیازی خوبی ہے۔ اور نورٌ علی نورٌ یہ کہ جب بھی کسی کے یہاں لڑکے کی شادی ہوتی ہے تو دوسرے مقامات کی طرح گانے باجے سے پاک و صاف اسلامی اطوار کے مطابق ہی ہوتی ہے اور اگر کسی نے اس کے خلاف کیا اور بڑے لہو و لعب کا آغاز کیا تو اس کے خلاف سخت کاروائی کی جاتی ہے اور اب تو کئی سالوں سے شادی کے موقع پر سیرت

النبی ﷺ کے جشن منعقد ہو رہے ہیں۔ بڑے بڑے علماء و مشائخ تشریف لاتے ہیں اور ہونے والی شادی کی کامیابی اور کامرانی کی دعائیں فرماتے ہیں۔ مقامِ مسرت ہو یا معاملۂ غمی ہر محاذ پر قرآن واحادیث اور اقوالِ محبوبینِ خدا کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔

کسی سے شکوہ نہ ہو زیر آسماں مجھ کو
میری زبان قلم سے کسی کا دل نہ دُکھے

ہندوستان کے کئی مقامات پر دیکھا گیا ہے کہ شادی اور غمی میں بے تحاشا روپیہ صرف غیر شرعی کاموں میں خرچ کیا جاتا ہے۔ صاحب ثروت حضرات نے ان حرکتوں کو اپنا کر ایک غریب مسلمان پر ظلم کرنے کی کوشش کی ہے۔ جہیز کی بات تو دور رہی صرف بارات میں اتنا خرچ ایک غریب مسلمان کے لئے ظلم سے کم نہیں ہے۔ وہ بیچارہ کئی سال کی محنت مزدوری کرنے کے بعد اپنے بچوں کی شادی کرتا ہے پھر اگر رسوم ورواج کے مطابق کوئی کام نہ کیا جائے تو وہ ذلت رسوائی کے گہرے گڑھے میں دھکیل دیا جاتا ہے۔ خدائے پاک مسلمانوں کو عقل سلیم عطا فرمائے آمین۔

ہمارے راجستھان کے دیہی علاقوں میں تو لوگ اسلامی احکام وضوابط سے نا آشنا تھے دیوالی اور ہولی مسلمان مناتے تھے ' غیر اسلامی وضع وقطع ان کا شیوہ بن گیا تھا۔ لیکن جب مسلمانانِ اہلسنت باسنی نے ایسے مقامات کا دورہ کیا اور وہاں کے باشندوں کو ان خرافات کے نقصان سے واقف کیا تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ آج کے بعد نہ ہم ہولی کھلیں گے نہ دیوالی منائیں گے اگر سجائیں گے تو جشن عید میلاد النبی ﷺ کی محفلیں سجائیں گے، بزرگان دین کی یادوں کو تازہ کریں گے، اپنے بچوں کو خدا اور رسول کے ذکر سے سرشار کریں گے۔ الحمد للہ آج وہ اپنے وعدوں میں صادق نظر آتے ہیں۔

جگر خوں ہو تو چشم دل میں ہوتی ہے نظر پیدا
جہاں بانی سے ہے دشوار تر جہاں بینی

ہم خدا اور رسول جل وعلا و ﷺ کے احسانات کا شکریہ تا قیامِ قیامت کما حقہ ادا نہیں کر سکتے کہ آج باسنی صرف مذہبی معاملات کے تعلق سے ملک بھر میں انفرادی شان رکھتی ہے۔ جس کو بھی یہاں آنے کا اتفاق ہوا وہ ضرور متاثر ہو کر گیا اور یہاں کے ماحول کو دیکھ کر کئی مسلمانوں نے اپنی زندگی میں تبدیلیاں پیدا کر دی ہے۔ ذالك فضل الله

سنی تبلیغی جماعت باسنی :-

خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تربتِ انور پر خدائے قدیر اپنی رحمتوں کی برکھا برسائے جنہوں نے تبلیغی جماعت کی بڑھتی ہوئی گمراہ کن سازشوں سے بچنے کے لئے سنی تبلیغی جماعت کی بنیاد ڈالی۔ جس کے ذریعے دین وسنیت اور مسلک اعلیٰحضرت کا ایسا فروغ ہوا کہ تبلیغی جماعت

والے حیران اور پریشان ہو گئے۔ اہل باطل کے ایوانوں میں زلزلے آنے لگے اور جہاں تبلیغی اجتماعات ہوتے وہاں سنی تبلیغی اجتماعات کا سلسلہ جاری کر دیا گیا، درسِ قرآن وحدیث اور دیگر اسلامی لوازمات کی پابندی ہونے لگی۔

علامہ موصوف نے باسنی میں تشریف لا کر علماء واہلِ خیر حضرات سے اس سلسلے میں گفتگو کی تو برملا سب نے آپ کے حکم کی تعمیل کی آپکے چند دورے ہوئے اور یہاں بھی سنی تبلیغی جماعت کی شاخ قائم ہو گئی۔ بس پھر کیا تھا فضل ربی اور تائید غیبی شامل حال رہی اور دین وسنیت کا کام بطریق احسن انجام پانے لگا۔ راجستھان میں سنی تبلیغی جماعت نے جو کارنامے انجام دیئے، وہ اظہر من الشمس ہیں اور بقول علامہ مفتی شریف الحق صاحب امجدی شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ سنی تبلیغی جماعت باسنی پورے ہندوستان سے رخصت ہو گئی لیکن یہاں پورے عروج پر ہے" راجستھان کے دیہی علاقے جہاں کے لوگ اسلام تک نہیں جانتے، اسلامی قوانین اور احکام سے بالکل نا آشنا تھے، بچے تو درکنار بڑے بوڑھے قرآن شریف پڑھنا نہیں جانتے، دودو، تین تین دن تک جنازہ رکھا رہتا، کوئی نماز پڑھنے والا نہ ملتا ایسے نامساعد حالات میں سنی تبلیغی جماعت کے اراکین نے وقتاً فوقتاً ایسے مختلف مقامات کا دورہ کیا اور لوگوں کے مزاج کے مطابق انہیں دین وسنیت کے احکام سے آگاہ کیا۔ فرمودات خدا اور رسول سے واقف کرایا، حلال وحرام کی تمیز کرائی، انکی مادری زبان میں دینی باتیں سنائیں اور اسلام وسنیت سے قریب کرتے رہے۔ سنی تبلیغی جماعت کا صدقہ ہے کہ وہاں پر آج اسلام وایمان کی قندیلیں روشن ہیں چپہ چپہ ذکر خدا والفتِ رسول میں سرشار نظر آتا ہے۔ بچوں کی زبان پر فلمی گانوں کی بجائے نعتِ مصطفیٰ اور مناقبِ اولیاء اللہ جاری ہیں۔ قرآنی آیات وکلماتِ احادیث نبوی علیہ التحیۃ والثناء جاری وساری ہیں ؎

بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالب　　　تماشائے اہل کرم دیکھتے ہیں

اب وہاں کا ہر مسلمان پکار رہا ہے ؎

اسلام کے شجر کو سینچیں گے اپنے خوں سے　　　قربان کریں گے اس پہ ہم خاندان ہمارا

سنی تبلیغی جماعت کی بیس سالہ کارگردگی میں اس مختصر سے مضمون میں نہیں پیش کر سکتا اس کے لئے قارئین "سنی تبلیغی جماعت کا تعارف" کتاب کا مطالعہ کریں جو دفتر جماعت سے حاصل ہو سکتی ہے۔ تاہم رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری صاحب مدظلہ العالی کے تاثرات کا ایک حصہ ہدیۂ قارئین ہے۔

"صحراؤں اور کھیتوں کی گود میں پلنے والے بچوں کو چند ہی دنوں میں محراب ومنبر کا خطیب بنا دینا کوئی آسان کام نہ تھا جسے سنی تبلیغی جماعت کے مسیحاؤں نے انجام دیا۔ اس قافلۂ عشق وایثار کا ہر فرد

سراہنے کے قابل ہے کہ وہ ہاتھوں میں علم کی مشعل لئے ہوئے تاریکیوں کے خلاف جنگ کر رہا ہے۔

لیکن میں اس بوڑھے مجاہد کی ہمت فلک پیا کو بار بار سلام کر رہا ہوں جس نے مفتی اعظم راجستھان قبلہ کے ظلِ عاطفت میں سر فروشوں کا ایک دستہ تیار کیا اور علاقے کے علاقے فتح کر لئے جس کا نام ظہور اشرفی (رحمۃ اللہ علیہ) سابق سربراہِ اعلیٰ سنی تبلیغی جماعت باسنی ہے۔ اس ملک میں اسلام کا پرچم بلند کرنا ہے تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ سنی تبلیغی جماعت باسنی کے مجاہدین کی رگوں کے لئے خون فراہم کریں خود بھی اللہ و رسول کے نزدیک سرخرو ہوں اور قوم کو بھی سرخرو کریں۔"

رئیس التحریر علامہ لیس اختر مصباحی بانی دار القلم دھلی دامت برکاتہم العالیہ تحریر فرماتے ہیں۔

"اس خبر سے بے پناہ روحانی مسرت ہوئی کہ سنی تبلیغی جماعت باسنی کے تعاون سے شروع ہونے والے ۹۵ مکاتب اب خود کفیل ہو چکے ہیں اور ۱۵۰ مکاتب اس وقت جماعت کی مدد سے تعلیمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ یہ مکاتب پورے ہندوستان میں پھیلے ہوئے ہیں جماعت کے تبلیغی وفود بھی موقعہ بموقعہ مختلف علاقوں میں تبلیغی و اصلاحی دورے کرتے رہتے ہیں۔ ذمہ داران جماعت نے بتایا کہ اس وقت جماعت کا سالانہ بجٹ کئی لاکھ روپے ہے۔"

بفضلہ تعالیٰ علماء و مشائخ کی دعاؤں کے سائے، جماعتِ اراکین کی مخلصانہ قدوکاوش اور ان کی ہمت مردانہ شامل حال ہے اور جماعت ترقی کی منازلِ مقصود کی طرف رواں دواں ہے اور مسلمان عوام و خواص کی دعاؤں کی طالب ہے۔ دعا فرمائیں کہ مولائے کریم اراکین کے حوصلوں میں پختگی فرمائے عزم صحابہ کرام عطا فرمائے تاکہ ملک بھر میں یہ مخلصین پیغاماتِ خدا اور رسول نشر کرتے رہیں۔ آمین بجاہ سید المرسلین

المختصر حضور شارح بخاری کے مقدس دعائیہ کلمات پر اس تعارف کو ختم کر رہا ہوں۔

"مجموعی طور پر یہ سب کام اتنے اہم ہیں کہ میں حیرت زدہ ہوں اور یہ سب برکتیں ہیں سنی تبلیغی جماعت باسنی کے بانیوں اور اراکین کی جن میں حضرت بابرکت مولانا ظہور احمد صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان اللہ کو پیارے ہو چکے اور اب موجودہ حضرات میں حضرت مولانا مفتی ولی محمد صاحب رضوی، حضرت مولانا ابو بکر صاحب، حضرت مولانا اللہ بخش صاحب، حضرت مولانا حافظ اکبر صاحب، حضرت مولانا سید محمد علی صاحب، حضرت مولانا غلام محمد صاحب اور حضرت مولانا حافظ محمد سعید صاحب قابل ذکر ہستیاں ہیں جن کے خلوص وللّٰہیت جذبۂ دین پروری کا ثمرہ ہے کہ اس چھوٹے سے قصبہ سے وہ دینی خدمتیں انجام پذیر ہو رہی ہیں جس کا عشر عشیر بڑے بڑے شہروں سے بھی نہیں ہوتی میرے پاس وہ الفاظ نہیں کہ جن کے ذریعے میں اپنی خوشی اور مسرت کا اظہار کر سکوں۔ اس دورِ الحاد و

بے دینی میں باسنی آکر بار بار یہ مصرعہ میری زبان پر آتا ہے ۔ ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں ہے
دعا ہے کہ ایزد متعال جل وعلا اپنے حبیب ﷺ کے صدقے میں یہاں کی سنی تبلیغی جماعت اور یہاں کے فعال اراکین کی جانب اپنے بندوں کو مائل کردے۔ آمین"

دارالعلوم فیضانِ اشرف :۔

باسنی چونکہ بڑا قصبہ ہے اور تعلیمی معیار بھی اچھا ہے اس لئے اہل ثروت حضرات نے مدارس ومکاتب کی طرف رجحان بڑھایا اور کئی مدارس قائم کر دیئے۔ جن سے تشنگان علوم دینیہ سیراب ہوتے رہے اور ہو رہے ہیں۔ کئی سالوں سے سرزمین باسنی پر ایک ایسے دارالعلوم کی کمی محسوس ہو رہی تھی جہاں سے عالم حافظ اور قاری پیدا ہوں۔ لھذا اس سلسلے میں بھی کافی غور و خوض کیا گیا اور مدتِ قلیل میں ایک شاندار دارالعلوم کی بنیاد ڈال دی گئی۔ پیر طریقت حضرت پیر سید نعیم اشرف صاحب قبلہ آستانہ عالیہ احمدیہ جائس شریف اور اشفاق العلماء حضرت علامہ مفتی محمد اشفاق حسین نعیمی دامت برکاتھم العالیہ کے مبارک ہاتھوں سے سنگِ بنیاد رکھا گیا۔ بزرگانِ دین کا فیضان کرم شاملِ حال رہا اور دو تین سال کے مختصر سے وقت میں ایک عالیشان عمارت تیار ہو گئی جو "دارالعلوم اہلسنت فیضانِ اشرف" کے نام سے موسوم کی گئی۔

خدا اور سول جل وعلا و ﷺ کا فضل و کرم، غوث و خواجہ کی عنایات، حضور مخدومِ سمناں سید شاہ مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی علیھم الرحمۃ والرضوان کے روحانی فیوض وبرکات کے سائے میں تقریباً چار سال سے علوم کی روشن کرنیں یہاں سے پھوٹ رہی ہیں۔ مقامی اور بیرونی طلباء زیورِ علم سے آراستہ ہو رہے ہیں۔ ماشاء اللہ ادارہ کے اغراض ومقاصد اور تعلیمی ربط وضبط بہت نرالا ہے۔ بچوں کی تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیتِ دینی کا بھی خاص خیال رکھا جاتا ہے۔

آج ہمارے معاشرے میں بچیوں کی تعلیم کی طرف بہت کم توجہ دی جاتی ہے حالانکہ بچیاں اگر دینی تعلیم سے آراستہ ہوں گی، اسلامی احکام سے واقف ہونگی تو معاشرے میں نکھار آنے کی امید کی جاسکتی ہے۔ لیکن آج قومِ مسلم اس جہت سے بھی کمزور نظر آرہی ہے۔ آج لڑکیوں کو عصری تعلیم کے لئے بڑے بڑے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں داخل کرایا جاتا ہے جہاں پردہ کی طرف بالکل توجہ نہیں دی جاتی جس کے بھیانک نتائج ہمارے سامنے ہیں۔ اس کمی کو دور کرنے کے لئے اور مسلمان بچیوں کی صحیح تعلیم وتربیت کے لئے اراکین ادارہ نے خصوصی توجہ دی اور دارالعلوم کے اندر ہی ایک ادارہ بنام "جامعۃ الزھرا" قائم کردیا، جہاں تین سال سے ماشاء اللہ بڑے اچھے انداز میں دینی تعلیم دی جارہی ہے اور مستند معلمات درس وتدریس کے فرائض انجام دے رہی ہیں۔ جس کے نتائج مستقبل میں اچھے

بر آمد ہونگے۔ مولی تعالی بزرگان دین کا قائم کردہ یہ گلشن ہمیشہ باغ و بہار رکھے اور یہاں سے ایسے پھول کھلیں جو جہاں بھر کو علمی خوشبو سے مہکاتے رہیں۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

دار العلوم فیضانِ اشرف نے قلیل مدت میں جو کارنامے انجام دیئے وہ لائق تحسین ہیں۔

خطیب الھند حضرت علامہ عبید اللہ خان اعظمی تحریر فرماتے ہیں۔

"نمازِ عصر ادا کرنے کے بعد دار العلوم اہلسنّت فیضانِ اشرف میں پہونچ کر طلبہ اور علمائے کرام سے ملنے کا موقع ملا عقیدہ اور عمل کے ساتھ عملِ پیہم اور سنتِ مصطفیٰ ﷺ کے سانچے میں جس طرح طلبہ کو ڈھالا جارہا ہے اس دور میں ہم سب کے لئے مشعل اراہ ہے" (تعارف دار العلوم ھذا)

ادیب شہیر حضرت علامہ شبنم کمالی تحریر فرماتے ہیں۔

"اس قصبہ (باسنی) کے ایک عظیم الشان جامعہ (مرکز علم وادب) دار العلوم فیضان اشرف باسنی متصل مکہ مسجد میں حاضری کی سعادت اس دار العلوم کے مہتمم اور صدر المدرسین حضرت مولانا محمد سعید صاحب اشرفی دام ظلہ کی خواہش پر ہوئی۔ سب سے پہلے تو دار العلوم کی عمارت نے متاثر کیا، یہ شاندار عمارت صرف دو ڈھائی سال کی مدت میں بلکہ ایک سال کی مدت میں مکمل ہونے کے بعد طلبہ کی تعلیم کا مرکز بنی ہوئی ہے اسکے بعد موصوف کی درسگاہ میں حاضر ہوا طلبہ کو اسلامی وضع قطع میں دیکھنے کے ساتھ ہی ہر طالب علم کو عمامہ باندھے ہوئے دیکھکر اسلاف متقدمین کی یاد تازہ ہوگئی۔ سرور عالم ﷺ کی سنت پر کھانے پینے سونے اور بیٹھنے کی علمی تعلیم اپنی مثال آپ ہے۔" (تعارف دار العلوم ھذا)

حمدہ تعالیٰ اراکین ادارہ مہتمم ادارہ حضرت مولانا حافظ محمد سعید صاحب اشرفی کے شانہ بشانہ ملکر خلوص سے مصروف کار ہیں۔

ناگور قومی جماعت:

اہلِ باسنی نے جب معاشرے میں بوھتی ہوئی برائیوں اور بگڑتے ہوئے حالات کا جائزہ لیا۔ غیر شرعی رسوم ورواج، طلاق کی کثرت اور جوا شراب جیسی لعنت والی برائیوں کو بڑھتے ہوئے دیکھا تو ان کے قلوب واذہان میں مذہبی درد محسوس ہوا۔ حمیت دینی نے انھیں للکارا، اخوت و بھائی چارگی نے انگڑائی لی تو فرمانِ رسالت ﷺ "ید اللہ علی الجماعۃ" کو پیش نظر رکھتے ہوئے متوکل علی اللہ ہو کر ایک جماعت کی بناڈالی جسے ناگوری قومی جماعت کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ ؎

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں　　　موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

روزِ تاسیس سے لیکر اس جماعت نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے وہ لائق تحسین ہیں۔ ماشاء اللہ

سبھی اراکین جماعت عزم بلند اور خلوص کے ساتھ سرگرم عمل ہیں۔ متحد ہو کر کام کرنے میں مصروف ہیں اور الحمد للہ اپنے مقاصد حسنہ میں کافی حد تک کامیاب ہیں۔ آیئے جماعت کے ایک معتمد کی زبانی ان کے مقصد کو ملاحظہ کریں۔ لکھتے ہیں۔

"سب سے بڑا فائدہ جو ہم اس موقع پر اٹھا سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم اپنے معاشرے کو اسلامی سانچے میں ڈھال لیں۔ اسلام ایک تحریک کی شکل میں نمودار ہوا تھا جس نے سارے غلط رسم و رواج کو باطل قرار دیئے تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ جب ہم کو کوئی کام کرنا ہو چاہے شادی بیاہ کے متعلق ہو یا معاشی مسئلہ ہو یا گھریلو معاملہ ہو تو ہم یہ نہ دیکھیں کہ اس میں رواج کیا ہے بلکہ یہ دیکھیں اور علماء سے معلوم کریں کہ اسلام اس کام کے بارے میں کیا کہتا ہے۔ ہماری شریعت کا کیا فیصلہ ہے بس اس کو صحیح سمجھیں اور اسی پر عمل کریں" (دستور جماعت)

اب جماعت کے اغراض و مقاصد کے چند نمونے ملاحظہ کریں۔

(ا) برادری میں ہونے والی منگنی و شادی کی رسومات سادگی و کفایت شعاری سے ادا کی جائے گی اور بچپن میں ہونے والی منگنیوں (बालविवाह) کی حوصلہ شکنی کی جائے منگنی کے توڑے جانے پر جماعت کوئی کارروائی نہیں کرے گی۔

(ب) منگنی کی رسم ادا کرنے کیلئے کافی تعداد میں عورتیں اور بچے لڑکی والوں کے یہاں جاتے ہیں اور کچھ رقم بھی ساتھ لے جاتے ہیں اور اس کے عوض لڑکی والے دعوتِ طعام اور جوڑے کی کافی رقم واپس کرتے ہیں جو غریبوں کے لئے ایک بار ہے۔ اس رسم کو ختم کرنے کے لئے پانچ یا سات عورتیں ہی جائیں اور چائے پی کر ناریل لیکر رسم پوری کر کے آجائیں۔

(ج) شادی بیاہ میں دکھاوا ختم کرنے کے لئے ٹھوس قدم اٹھایا جائے۔ مثلاً بری میں سنگھار دان (میک اپ کا سامان) سلامی میں گھڑی دینا وغیرہ۔ دن بدن بڑھ رہا ہے اسے قطعی طور پر بند کیا جائے۔

(د) شادی بیاہ کے موقع پر آتش بازی قطعی طور پر بند کی جائے کیوں کہ یہ سراسر نقصان اور اسراف ہے جو ہمارے مذہب میں کسی طرح جائز نہیں۔

(و) شادی بیاہ کے موقعہ پر ویڈیو کیسٹ کے ذریعہ فلم بنانے پر قطعی پابندی عائد کی جائے اس لئے کہ یہ سراپا بے حیائی ہے۔ سراسر تباہی معاشرہ کا باعث ہے۔

ناگوری قومی جماعت کی کارکردگی آپ نے ملاحظہ کی اہل دل حضرات سے اپیل ہے کہ وہ خود بھی خواب غفلت سے بیدار ہوں اور دیگر سوئے ہوؤں کو جگائیں اور زمانہ کے تقاضہ کے مطابق اپنے اپنے

علاقوں میں ایسی اصلاحی تنظیم قائم کریں تاکہ مسلم معاشرہ خالص اسلامی بن جائے اور مسلمان اسلامی زندگی گذار کر دونوں جہان کی سعادت حاصل کریں۔ اللّٰھم اصلح امۃ محمد ﷺ۔

باسنی کی مساجد :-

خوشا مسجد و مدرسہ و خانقاہے
کہ دروے بود قیل و قال محمد ﷺ

مساجد کی اہمیت وافادیت ہر دور میں مسلّم رہی ہے۔ قرآن واحادیث میں مسجد تعمیر کرنے والوں کی بڑی فضیلتیں بیان کی گئیں ہیں ایک مقام پر اللہ کے رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں "من بنی لِلّٰہ مسجدا بنی اللّٰہ بیتا فی الجنۃ" جس نے اللہ کے لئے مسجد بنائی خدائے پاک جنت میں اسکے لئے محل تیار فرمائے گا۔" خود تاجدارِ کائنات ﷺ نے مقامِ قبا پہنچے کے بعد ہی مسجد قبا تعمیر فرمائی کی جس سے مساجد کی اہمیت اور زیادہ ہو گئی۔

باسنی کے مخیّر حضرات نے انہیں فضائل کو مدنظر رکھتے ہوئے للّٰہیت کے ساتھ مساجد تعمیر کروائیں اور الحمدللہ آج باسنی میں آٹھ خوبصورت اور بڑی بڑی مسجدیں بندگان خدا کو دعوت صلوۃ وفلاح دے رہی ہیں اور ان کے مناروں سے پانچوں وقت اذان کی صدائے دلنواز گونج رہی ہیں۔

جامع مسجد :- باسنی کی سب سے بڑی مسجد ہے جو صدر بازار میں خوبصورت پتھر، دیدہ زیب سنگ مرمر سے تعمیر شدہ ہر شخص کو دعوت نظارہ دے رہی ہے۔ بعض ناظرین نے اسے جامع مسجد دھلی کے بعد سب سے اچھی قرار دیا ہے چونکہ جامع مسجد دھلی خالص پتھروں سے تعمیر ہوئی ہے جامع مسجد کا بیرونی حصہ مع منار خالص ماربل کی کثرت کے ساتھ بنی ہے ہندوستان بھر اھل اسلام وغیر مسلم اس کی زیارت کیلئے آتے ہیں۔ اور خدا کے مقدس گھر کی دید سے مشرف ہوتے ہیں۔

مکہ مسجد :- جانب شمال بستی کے کنارے پر واقع ہے جو فرد واحد کی مالی قربانیوں سے تعمیر ہوئی ہے الحمدللہ اہلِ خیر اس طرح کے دینی کاموں میں پیش پیش رہتے ہیں۔ مسجد کا اندرونی اور بیرونی منظر دیدنی ہے۔

امام احمد رضا مسجد :- باسنی کے مغربی جانب آبادی کی کثرت کی بناء پر کئی برسوں سے مسجد کی کمی کا احساس ہو رہا تھا اور وہاں کے افراد جامع مسجد آکر نماز پڑھتے۔ مخیّر حضرات نے دامے درمے قدمے سخنے تعاون پیش کیا اور عالیشان مسجد کا کام شروع کردیا۔ اور "امام احمد رضا مسجد" نام تجویز کیا۔ تقریباً ۳-۴ سال سے تعمیری کام جاری ہے۔ راجستھان ہی نہیں بلکہ پورے ہندوستان میں ایسی گول مسجد نظر نہیں آئی جس کے انڈر گراونڈ (تہہ خانہ) میں ایک مدرسہ بھی بنادیا گیا ہے۔ اوپر مسجد نیچے مدرسہ

ہے تاکہ نونہالانِ ملت نماز ادا کرتے ہی علم دین نبوی ﷺ کے حصول میں لگ جائیں۔ بالفاظ دیگر بچے آداب مسجد، طریقۂ نماز سیکھیں اور اوپر عمل کرنا شروع کر دیں۔ دعا فرمائیں کہ مولائے کریم تائید غیبی فرمائے تاکہ یہ تعمیری کام پایۂ تکمیل کو پہنچے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

ان کے علاوہ مدینہ مسجد، نگینہ مسجد، بڑی مسجد، صابری مسجد اور رضا مسجد قدیم مساجد ہیں۔ سب میں پانچوں وقت نمازی بھرے رہتے ہیں باہر سے آنے والا جب نمازیوں کی شرکت دیکھتا ہے تو سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ نماز عید پڑھ رہا ہوں یا دوسری نماز۔ فالحمد لله علی ذالک۔ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے طفیل مسلمانوں کو نماز کی پابندی کرنے کی توفیق خیر عطا فرمائے اور اپنی بندگی اور عبادت کی لذتوں سے آشنا فرمائے۔ سجدوں کی محبت ان کے قلب و جگر میں اجاگر فرمادے کہ امت محمدیہ ﷺ فرمان اقم الصلوۃ لذکری کی زندہ تصویر بن جائے۔ آمین ثم آمین۔

سرزمین راجستھان پر بے شمار علماء و مشائخ کی تشریف ہوئی اور انہوں نے نہایت محنت و مشقت سے دینِ متین کی تبلیغ و اشاعت کا فریضہ سرانجام دیا۔ ان مبلغین اسلام کی زرین خدمات اہل راجستھان کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔ حضور اشفاق العلماء مفتی اعظم راجستھان علامہ الشاہ مفتی محمد اشفاق حسین صاحب دامت برکاتھم القدسیہ کی خدمات اس سلسلہ میں بہت نمایاں ہیں۔ آپ کی آمد سے پہلے علماء و مشائخ نے بطریق احسن لوگوں کو دین و سنیت سے قریب کیا۔ لیکن جوں جوں ماحول بدلتا گیا لوگ مغربی کلچر کے مطابق فیشن پرست زندگی گذارنے لگے۔ علماء دارِبقا کی طرف کوچ کرنے لگے یہاں تک کہ ایک دور پھر ایسا آیا کہ راجستھان پر رہزنانِ اسلام فضا کو گمراہی میں بدلنے لگے، بدعات و منکرات کو فروغ دینے لگے، ماحول پراگندہ ہو گیا یہاں تک کہ کئی لوگ ایمان کی لازوال دولت سے محروم ہو گئے۔ باری تعالیٰ نے اپنے محبوب کی امت پر رحم فرماتے ہوئے مفتی اعظم راجستھان کی شکل میں ایک اور مجاہد اور مردِ حق آگاہ کو یہاں مبعوث فرمایا جس نے فضلِ ربی اور تائید ربانی کے سائے میں اس انداز میں دین و سنیت کی تبلیغ فرمائی جس کی نظیر و مثال ملنی مشکل ہے۔ راجستھان بھر میں آپکی تبلیغی مساعئ جلیلہ کے تعلق سے مشہور قلمکار اہلسنت حضرت علامہ مبارک حسین مصباحی مدیر اعلیٰ ماہنامہ اشرفیہ تحریر فرماتے ہیں:

"حضور مفتی اعظم حضرت علامہ محمد اشفاق حسین صاحب نعیمی دبستانِ نعیمی کی قابلِ فخر یادگار ہیں وہ نصف صدی سے صوبۂ راجستھان میں علوم نبویہ کی ترویج و اشاعت فرما رہے ہیں یوں تو پوری جماعت انکی مرہونِ منت ہے لیکن اہل راجستھان پر ان کا فیض علم ابر باراں کی طرح برس رہا ہے۔ انہوں نے صحرائے راجستھان کے بے آب و گیاہ علاقوں میں علم و حکمت اور عشق و عرفان کے جو پھول کھلائے

ہیں انکی سدابہار خوشبو سے ایک عالم مہک رہا ہے" (اشرفیہ جشن شارح بخاری صفحہ نمبر ۳۲)

اہل باسنی پر آپکی خصوصی عنایات ہیں کہ کئی مرتبہ آپ یہاں تشریف لا چکے ہیں اور ہنوز وقتاً فوقتاً قدم رنجہ فرماتے ہیں حالانکہ آپ اکثر تبلیغی دوروں پر رہتے ہیں لیکن یہ باسنی والوں سے آپ کی خصوصی نوازشیں ہیں کہ ہر بڑے اور چھوٹے پروگرام میں تشریف لاتے ہیں بلکہ حضرت فرمایا کرتے ہیں کہ :

"آج باسنی میں جو شمع علم روشن ہے اس میں آپ کا بھی مجاہدانہ کردار نمایاں حیثیت کا حامل ہے۔ باسنی میں جب بھی کوئی اصلاحی اور اعتقادی کام کا بیڑا اٹھایا جاتا ہے وہ آپ ہی کی سرپرستی اور مشوروں کے تحت پایۂ تکمیل کو پہنچتا ہے۔ کئی ایک تنظیمیں اور ادارے آپکی ذات سے منسوب ہیں اور آپ ہی کی دعاؤں کے سائے میں منزلِ مقصود کی طرف رواں دواں ہیں۔ سنی تبلیغی جماعت باسنی بھی آپ ہی کی سرپرستی اور نگرانی میں ترقی کی طرف گامزن ہے اور دار العلوم اہلسنت فیضان اشرف باسنی بھی آپ ہی کی دعاؤں کے سائے میں مائل بہ پرواز ہے۔"

فیضان اشفاق کیسٹ لائبریری اینڈ اسلامی کیبل سینٹر :-

حضور مفتی اعظم راجستھان کی ذات سے منسوب یہ ادارہ آج پورے راجستھان میں اپنی علیحدہ شناخت رکھتا ہے جو حضور مفتی اعظم کے ایک خاص مرید کی محنتوں اور جانفشانیوں کا ثمرہ ہے جس کے قیام کے بعد باسنی کے ماحول میں اور نکھار پیدا ہو گیا ہے اور خوشی کی بات یہ ہے کہ اسکی کئی شاخیں راجستھان کے مختلف شہروں میں قائم ہو گئی ہیں اور اصلاح معاشرے کے تعلق سے بہت مفید ثابت ہوئی ہیں۔

ادارہ فیضان اشفاق کیسٹ لائبریری کے اغراض ومقاصد :- الحمد للہ علیٰ احسانہ اس ادارہ کے ذریعے تقریباً تین ہزار گھروں میں اسپیکروں سے بیک وقت مندرجہ ذیل پروگرام پابندی کے ساتھ کے نشر کئے جارہے ہیں (۱) نمازِ پنج گانہ کی اذان مع دعا گھر گھر سنانا (۲) روزانہ نمازِ فجر کے بعد قرآن مجید ترجمہ کنزالایمان کی کیسٹیں سنانا جو باعث نزول رحمتِ خداوندی ہے۔ (۳) علمائے اہلسنت کے مختلف بیانات (جو مختلف عناوین پر مشتمل ہیں) سنانا نیز بستی میں ہونے والے پروگرام اور دینی اجلاس واجتماعات نشر کرنا۔ (۴) نمازِ مغرب کے بعد مقامی علمائے کرام کے بیانات نیز آئے ہوئے سوالات کے تسلی بخش جوابات دینا۔ (۵) آقائے دوجہاں ﷺ کی سنتوں کو زندہ کرنا اور برائیوں کا سدباب کرنا۔ (۶) قومی وملی فلاح وبہبود کے لئے جدوجہد کرنا وغیرہ وغیرہ۔ تبلیغ دین متین کے اس طریقہ کار کو فروغ دینے کے لئے ملک بھر میں ایسے ادارے قائم کئے جائیں۔

لائقِ تحسین اقدام :- بحمدہ تعالیٰ اہل باطل باسنی کے دلوں میں محبتِ خدا اور رسول کے ساتھ ساتھ

الفتِ اہل بیت اطہار صحابہ کرام اور عقیدتِ اولیاء و مشائخ بھی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے اور اسی میں وہ اپنی زندگی کی کامیابی اور عقبیٰ کی فلاح و بہبود سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ باسنی جب کوئی مکان یا دکان تعمیر کراتے ہیں تو بطور برکت اسے محبوبینِ خدا کے نام سے منسوب کرتے ہیں اور مزید خوبی کی بات یہ ہے کہ آج باسنی کا ہر گلی کوچہ اللہ کے مقدس بندوں سے منسوب ہے۔ جس سے دیکھنے والا یہ نتیجہ بآسانی اخذ کر لیتا ہے کہ یہاں اہلِ ایمان محبت کے قلوب وایمان محبت خدا اور رسول اور عقیدت اولیائے کرام سے سرشار ہیں۔ آیئے اک نظر اسے بھی ملاحظہ کریں:۔ مدینہ گلی، مدنی گلی، رحمت عالم گلی، ابوبکر صدیق گلی حمید الدین گلی، مصطفیٰ رضا گلی، سرکارِ کلاں گلی، برکاتیہ گلی، اس طرح کے دیدہ زیب بورڈ ہر محلے پر آویزاں ہیں۔ اسی طرح شاہرہ ابو حنفیہ، امام احمد رضا چوک، علامہ اختر رضا چوک، علامہ غلام محمد چوک، علامہ نور محمد چوک، علامہ نظامی چوک، مدینہ چوک، امام حسین روڈ، علامہ ظہور احمد روڈ قابلِ ذکر ہیں۔

مولائے کریم ہمیں حقیقی معنی میں اولیاء و محبوبین خدا کا غلام بنادے اور انکی زندگی اپنے لئے نمونہ بنانے کی توفیق عطا فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

ہر قوم کی ترقی اور کامیابی کا راز دینی تعلیم پر منحصر ہے۔ آدمی اگر تعلیم یافتہ ہوگا تو ہر منزل پر اسے کامیابی ملے گی اس کے برعکس جاہل آدمی ذلت ورسوائی کا سامنا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج دینی اور دنیوی تعلیم کے لئے بڑے بڑے مدرسے اور یونیورسٹیاں قائم کئے جاتے ہیں۔ اور مدارس تو وہ جولان گاہیں ہیں جہاں سے فرموداتِ خدا اور رسول اور دینی و اخلاقی روشنی پھیلتی ہے مدارس کی اہمیت ہر دور میں مسلم رہی ہے۔ آج دنیا میں بے شمار مدارسِ دینیہ قائم ہیں جہاں سے تشنگانِ علوم نبوت اپنے آپ کو سیراب کر رہے ہیں۔

باسنی میں بھی علماء و مشائخ کا ورود مسعود ہوتا رہا اور مدارسِ دینیہ قائم کئے گئے جن کی قربانیاں اور گراں قدر خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ باسنی کے مدارس میں مرکزی مدرسہ اسلامیہ رحمانیہ، مدرسہ مدینۃ العلوم، مدرسہ قاسم العلوم، مدرسہ اشفاقیہ، مدرسہ منظر اسلام، مدرسہ نظام العلوم اور فیض الاسلام قابلِ ذکر ہیں۔ ہزاروں طالبانِ علم یہاں سے سیراب ہوئے اور ہنوز یہ سلسلۂ خیر جاری ہے۔ یہ سب فیضِ رب کریم اور فیضانِ رسالت و اولیاء و مشائخ ہے کہ آج یہ دینی بزم میں آباد ہیں اور انشاء اللہ العظیم قیامِ قیامت تک قائم رہیں گی۔ دعا ہے کہ خالق ارض وسما بطفیلِ رسول گرامی وقار ﷺ اس بستی پر اپنا خصوصی کرم برسائے اور ایسی بستیاں دنیا بھر میں قائم فرمائے۔ آمین ثم آمین

☆○☆○☆○☆

روداد پاکستان ۱۹۹۹ء قسط اوّل

محمد زبیر قادری

محترم قارئین! روداد پاکستان ۱۹۹۸ء کی آخری قسط شائع ہوئی تو بہت سارے قارئین نے بے شمار غلطیوں اور خامیوں کے باوجود اسے خوب سراہا اور روداد کے اختتام پر اسے جاری رکھنے کی فرمائشیں کی۔ بہر حال اسے تو ایک دن ختم ہونا ہی تھا کہ یہ کوئی سلسلہ وار کہانی نہیں تھی جس کا مصنف قسط کا اختتام ایسے موڑ پر کرکے باقی آئندہ لکھ کر چھوڑ دیتا ہے کہ قارئین آگے کیا ہوگا، یہ جاننے کیلئے بے چین ہو جائیں اور رسالہ مستقل چلتا رہے، جو کہ بزنس کا طریقہ ہے اور یہ ہمارا مقصد نہیں ہے۔ مگر یہ ہمارے قارئین کی محبت ہے جو مجھ کم علم اور ناکارہ کی تحریر کو قابلِ مطالعہ سمجھتے ہیں ورنہ من آنم کہ من دانم۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور محبوب رب العالمین کی عطا سے احقر کو پھر سفر پاکستان کا موقع میسر آیا۔ اس دفعہ عرسِ قاسمی میں شرکت کی غرض سے ماہ اکتوبر ۱۹۹۹ء میں مارہرہ مطہرہ جانے کا موقع ملا۔ مجھ گناہ گار کو اس بڑی سرکار میں پہلی مرتبہ حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ یہ تو سرکاروں کا کرم ہے کہ مجھ عاصی کو خود ہی بلا لیتے ہیں ورنہ میری حیثیت تو اس بارگاہ کے سگ سے بھی گئی گزری ہے۔ انہی سرکاروں کے صدقے و طفیل ہمیں سب کچھ ملا ہے اور مل رہا ہے اور انشاء اللہ ملتا رہے گا۔

ممبئی سے بذریعہ ٹرین دہلی پہونچے۔ میرے ہمراہ برادرم اسحٰق برکاتی تھے۔ وہاں ہم نے امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا مرتب کردہ وظائف کا مجموعہ "الوظیفۃ الکریمہ" ہندی میں اشاعت کیلئے دیا، جسے ہم ممبئی سے کمپوز کرکے لائے تھے۔ پھر دہلی سے ہی میں نے کراچی کا ویزہ حاصل کیا اور وہاں سے مارہرہ شریف کیلئے روانہ ہو گئے۔ ہم وہاں پر صبح فجر کے وقت پہونچے۔ جب ہم مسجد میں نماز کیلئے داخل ہوئے تھے کہ اچانک میری نگاہ ایک شناسا چہرہ پر پڑی جن کی یہاں موجودگی پر مجھے حیرت تو ہوئی لیکن جب مجھے یاد آیا کہ اس بارگاہ میں دنیا بھر کے اہل محبت حصولِ فیض و برکات کے لیے حاضر ہوتے ہیں تو میری حیرت کافور ہو گئی۔ یہ تھے صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی پاکستان، مولانا وجاہت رسول قادری صاحب...... جن کا ذکر گزشتہ سفر نامہ میں آچکا ہے۔

نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضرت سے معانقہ و مصافحہ ہوا۔ پھر مسجد کے باہر صحن میں جہاں مہمان علماء کرام کے لئے کرسیاں بچھی ہوتی ہیں وہاں نشست میں بیٹھ گئے۔ میں نے ادارہ اور رفقاء ادارہ کی خیر و عافیت معلوم کی۔ اور گزشتہ ایک سال میں نئی کتب کی اشاعت کا حال معلوم کیا۔ حضرت نے

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کی سالِ گزشتہ کی تفصیلات سے آگاہ کیا۔ انھوں نے ایک اہم خبر یہ بھی بتائی کہ ادارہ کی جانب سے ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب کے ڈاکٹریٹ کا مقالہ "کنزالایمان اور معروف تراجم قرآن کا" شائع ہو گیا ہے۔

عرس میں شرکت کی غرض سے مولانا سید وجاہت رسول قادری صاحب کے ہمراہ پاکستان سے کافی تعداد میں لوگ آئے ہوئے تھے۔ انہی میں دعوت اسلامی کے مشہور نعت خواں محمد اویس قادری صاحب بھی شامل تھے جو کہ گزشتہ دو سالوں سے آرہے ہیں اور عوام الناس کو نعت مصطفیٰ سنا سنا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیوانہ بنا رہے ہیں۔

وہاں مارہرہ مطہرہ کے شہزادگان میں سے اس وقت سید نجیب میاں موجود تھے جو عرس کی تقریبات کے انتظام وانصرام میں لگے ہوئے تھے۔ میری ان سے پہلی ملاقات تھی اس سے پہلے کوئی تعارف نہ تھا البتہ ان کے برادر مکرم حضرت ڈاکٹر سید امین میاں صاحب و سید اشرف میاں صاحب سے اچھی شناسائی تھی بلکہ ان حضرات کی دعائیں مسلسل ہمارے ساتھ ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ ایک ملاقات میں حضرت امین میاں صاحب نے روداد پاکستان پر اپنے زبانی تاثرات پیش کیے تو مجھے بعد خوشی کا احساس ہوا کہ اتنی جلیل القدر ہستیاں ہمارے رسالہ کو پڑھتی ہیں، پسند بھی کرتی ہیں اور ہمارے لیے ہمہ وقت دعا گو رہتی ہیں اس سے ہمیں مزید کام کا حوصلہ ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب تک بے سروسامانی کے عالم میں تحریک فکر رضا کے تحت ہم سے جو کام ہوا اسے جماعت کی بزرگ اور مقتدر ہستیوں نے خوب سراہا ہے۔

خیر مارہرہ شریف میں آنے والوں کی تعداد میں آہستہ آہستہ مسلسل اضافہ ہونے لگا۔ ملک و بیرون ملک کے علماء کرام ومعتقدین کا تانتا بندھ گیا۔ درگاہ شریف کے قریب ہی میدان میں ایک عظیم الشان شامیانے میں شاندار اسٹیج سجایا گیا اور رات بھر علماء کرام ومشائخ عظام کی تقاریر کا سلسلہ جاری رہا۔ اسی اسٹیج سے حضرت مفتی شریف الحق امجدی صاحب علیہ الرحمہ کو علماء کرام ومشائخ عظام نے "فقیہہ اعظم ہند" کے خطاب سے نوازا گیا۔ ان کے وصال کے تقریباً چھ ماہ قبل رب العزت نے ان کے کام کی تائید میں دنیا میں ہی انھیں وہ بلند مرتبہ عطا فرمایا جو کہ صرف مقبول بندوں کو ہی نصیب ہوتا ہے۔ یہ اشارہ ہے کہ حضرت مفتی صاحب کے کام کو اللہ رب العزت و حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں قبولیت کا شرف حاصل ہو گیا ہے۔

مارہرہ مطہرہ کے سجادگان سے شرف نیاز حاصل ہوا۔ علماء کرام کی زیارات نصیب ہوئی اور استفادہ کا موقع ملا۔ اور صاحب عرس کے فیوض وبرکات لوٹ کر ہم گھر لوٹ آئے۔

بروز اتوار ۲۱، نومبر ۱۹۹۹ء کو میں پاکستان پہنچا...... چھٹی کا دن تھا اس لئے میں کہیں جا نہ سکا۔ اصل میں اس سفر کی روداد لکھنے کا میرا کوئی ارادہ نہیں تھا کیونکہ میں زبردستی قارئین کو اپنی تحریر پڑھوانا اور افکار رضا کے صفحات بھرنا نہیں چاہتا اس سے تو بہتر ہے کہ رضویات پر کسی اسکالر کی تحریر شائع کی جائے تاکہ قارئین کے علم میں اضافہ کا سبب بنے۔ مگر دوبارہ پاکستان جانے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ وہاں کے قارئین نے بھی میرے ٹوٹے پھوٹے لفظوں کو پسند کیا ہے اور مجھ سے درخواست کی کہ ان کی خدمات کا تذکرہ بھی میں اپنی آئندہ روداد میں تحریر کردوں۔ اس کے علاوہ اس سفر میں کچھ نئی شخصیات سے ملاقات کا بھی شرف حاصل ہوا جن سے گزشتہ سفر میں ملاقات نہ ہو سکی تھی، اور جن کے تذکرے قارئین کیلئے ضرور کارآمد ثابت ہوں گے۔

۲۲، نومبر ۱۹۹۹ء تمام اہم کاموں سے فراغت کے بعد میں نے ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کا رخ کیا۔ اندر داخل ہوتے ہی پہلے تو میں سمجھا کہ کہیں کسی دوسرے آفس میں تو نہیں گھس آیا۔ مگر شناسا چہروں کو دیکھ کر غلط فہمی دور ہوئی۔ اصل میں دفتر کا انٹریر ڈیکوریشن تبدیل کیا گیا تھا۔ دفتر اپنی نئی سج دھج میں بہت بھلا معلوم ہو رہا تھا اور واقعی امام احمد رضا کی تعلیمات کو بین الاقوامی سطح پر عام کرنے والے ادارہ کا مرکزی دفتر لگ رہا تھا۔ وہ کمرہ جو پہلے صرف نماز کی ادائیگی کے لیے مختص تھا اس میں اب ایک کمپیوٹر سیٹ لگا دیا گیا تھا۔ اور اس وقت بھی ایک صاحب کچھ مضامین کی کمپوزنگ کرنے میں مصروف تھے۔ میں نے اپنے گزشتہ سفر میں برادرم اقبال احمد صاحب کو مشورہ دیا تھا کہ آپ لوگ کمپیوٹر لگوا لیجئے اس سے کمپوزنگ کا کام بہت آسان ہو جائے گا اور پیسوں کی بھی کافی بچت ہو گی۔ ہم نے بھی بہت پہلے ہی افکار رضا کی اشاعت کے لیے کمپیوٹر لگا لیا تھا جبکہ اس وقت تک ہم تین مہینہ میں صرف ایک رسالہ شائع کیا کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ کام بڑھا تو ہم نے کم لاگت میں بہت ساری کتابیں شائع کیں اور ساتھ ہی افکار رضا کی ضخامت بھی بڑھا دی۔ یہاں کراچی میں بھی ادارہ کے اراکین نے کمپیوٹر کی افادیت کو محسوس کرتے ہوئے کمپیوٹر لگوا لیا تو مجھے بہت خوشی ہوئی۔ (یہاں میرا مقصود کمپیوٹر کی افادیت بتانا ہے، یہ کہنا مقصود نہیں کہ ادارہ میں کمپیوٹر میرے مشورے پر لگایا گیا)۔ جدید دور اطلاعاتی ٹکنالوجی (Information Technology) کا ہے۔ کمپیوٹر کے ذریعے انٹرنیٹ عام ہونے کی وجہ سے ہر قسم کی اطلاعات کو دنیا

کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے میں پہنچانے میں صرف چند سیکنڈ کا وقت لگتا ہے اور اس میں خرچ بھی بہت معمولی ہوتا ہے۔ یعنی آج آپ کے وہ خطوط جن کو ایک ملک سے دوسرے ملک پہونچنے میں کم سے کم آٹھ دس دن یا غیر معینہ مدت لگتی ہے وہی خط انٹر نیٹ کے ذریعے صرف چند سیکنڈوں میں آپ دنیا کے کسی بھی کونے میں بھیج سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ماشاء اللہ اب انٹر نیٹ پر سنیوں کی سائٹس بھی شروع ہو گئی ہیں۔ پہلے تو معدود چند تھیں۔ اب روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔

برادرم اقبال احمد اختر القادری نے مجھ حقیر کا پُر تپاک استقبال کیا۔ ادارہ کے اکاؤنٹنٹ جناب زاہد بھائی بھی دوبارہ ملاقات پر بہت خوش ہوئے۔ پھر میں نے اپنے ساتھ لائی ہوئی چند کتابیں ادارہ کے لیے پیش کیں۔ حضور سید آل رسول حسنین میاں صاحب کی تازہ انگریزی تصنیف "Islam the Religion Ultimate"، مارہرہ مطہرہ کا سالانہ مجلّہ "اہل سنت کی آواز" مطبوعہ ۱۹۹۹ء، تحریک فکر رضا کی مطبوعہ الوظیفۃ الکریمہ ہندی، افکار رضا کا تازہ شمارہ اور ساتھ میں رضا اکیڈمی کا بھیجا ہوا سنی رضوی کیلنڈر ۲۰۰۰ء۔ برادرم اقبال صاحب نے مجھے بھی محروم نہیں رکھا اور اپنے ادارہ کی تازہ مطبوعات پیش کیں، جن کی تفصیل یوں ہے: معارف رضا کا سالانہ مجلہ، امام احمد رضا کانفرنس انٹر نیشنل کا سووینیر، ڈاکٹر مجید اللہ قادری ایم اے پی ایچ ڈی کا مقالہ برائے پی ایچ ڈی بعنوان "کنزالایمان اور دیگر تراجم قرآن کا تقابلی مطالعہ"، ڈاکٹر غلام یحییٰ مصباحی کا ڈاکٹریٹ کا مقالہ جو انھوں نے بنارس یونیورسٹی سے حاصل کیا مقالہ بعنوان "بریلوی علماء کی...... خدمات" یہ تمام کتب مجھے تحفتاً پیش کیں۔

پھر ہمارے درمیان باتوں کا سلسلہ چل نکلا۔ آپس میں تبادلۂ خیالات ہوتے رہے۔ اسی درمیان صدرِ ادارہ مولانا سید وجاہت رسول قادری صاحب کا فون آیا۔ موصوف کو جب میری آمد کی اطلاع دی گئی تو مجھ سے بات کرنے کی خواہش کا اظہار کیا...... مجھے بات کرنے کیلئے فون دیا گیا۔ چونکہ میں نے انھیں مارہرہ شریف کی ملاقات میں ہی بتا دیا تھا کہ میں جلد ہی کراچی آرہا ہوں اس لیے انھوں نے حیرت کا اظہار نہیں کیا۔ رسمی علیک سلیک کے بعد موصوف نے مجھے اپنے گھر آنے کی دعوت دی۔ میں نے کہہ دیا کہ جب بھی موقع ملا آپ کے کاشانہ پر ضرور حاضری دوں گا۔

اسی اثناء میں جناب مقصود حسین اویسی صاحب تشریف لائے۔ موصوف نے ملاقات پر بے حد خوشی کا اظہار کیا۔ گزشتہ ملاقات میں وہ میری ظاہری حالت کو دیکھ کر مجھے نظر انداز کر گئے تھے مگر بعد میں جب ان کو احقر کی سرگرمیوں کا علم ہوا تو بہت والہانہ لگاؤ کا اظہار کرنے لگے۔ میرے بھائی، جو چھ ماہ

قبل ہی کراچی آئے تھے ان کے ذریعہ میرے لیے کئی کتابیں تحفتاً بھیجی تھیں۔ اور کچھ عرصہ بعد حضور امین میاں صاحب قبلہ سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ کے ہاتھوں سے میرے نام ایک خط بھیجا۔ اور حالیہ سفر میں مجھ سیاہ کار کی بہت خدمت کی حالانکہ میں نے انھیں بہت منع کیا کہ میں اس لائق نہیں، میں بھی آپ جیسا ہی خادم ہوں۔ آپ میرے جائے کسی عالم یا پیر کی خدمت کرو تو کچھ ثواب کے بھی حقدار ہو یہاں مجھ سے کیا حاصل ہوگا۔ مگر وہ حد درجہ مخلص انسان ہیں۔ کہنے لگے میں تو صرف خادم ہوں جو اہلسنّت کی خدمت کرے ان کی خدمت کر کے مجھے بہت خوشی حاصل ہوتی ہے۔ خادم بننے میں جو مزہ ہے وہ مخدوم بننے میں کہاں......

ادارہ میں اس وقت "معارفِ رضا" کا کام چل رہا تھا۔ مجھے یہ جان کر بڑی مسرت ہوئی کہ اب سالنامہ "معارف رضا" جنوری ۲۰۰۰ء سے ماہنامہ کی صورت میں جلوہ گر ہوگا۔ چونکہ سالنامہ "معارف رضا" سال میں صرف ایک بار شائع کیا جاتا تھا اور اس کی اشاعت کے وقت تک رضویات پر ہونے والے کام سے متعلق مواد اور خبریں پرانی ہوجایا کرتی تھیں اس لئے اس کی افادیت بہت کم ہو جاتی تھی۔ اس غرض سے سالنامہ کو ماہنامہ میں تبدیل کرنے کا اہتمام کیا گیا۔ ماہنامہ "معارف رضا" کی سالانہ ممبر شپ کے لیے پرانے قارئین کو گشتی مراسلے بھیجے جا رہے تھے۔ مجھے ان کا یہ طریقہ کار بہت پسند آیا کہ پہلے رسالہ کے مستقل خریدار بنائے جائیں پھر رسالہ منظر عام پر لایا جائے۔ اب تک یہ ہوتا رہا ہے کہ لٹریچر کی اہمیت کا درد رکھنے والے حضرات رسالے تو جاری کر دیتے ہیں مگر ٹھوس بنیادوں پر مالی تعاون نہ ہونے کی وجہ سے تھوڑے ہی عرصہ میں رسالے دم توڑ دیتے ہیں۔ اگر ابتداء سے ہی مستقل خریدار موجود ہوں تو رسالہ جاری رکھنا آسان ہو جاتا ہے۔

پھر مجھے برادرم اقبال صاحب نے حضرت مسعودِ ملت کے والد مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی صاحب کے عرس کی تقریب میں شرکت کا دعوت نامہ دیا جو کہ اگلے دن (منگل ۲۳، نومبر ۹۹ء) ۱۴، شعبان المعظم کا دن گزر کر شبِ برات کے موقع پر ہونے جارہی تھی۔ یہ میرے لیے باعث سعادت بھی تھا کہ مجھے حضرت مسعودِ ملت کے والد صاحب کے عرس پاک میں شرکت کا موقع ملا۔ اس لیے میں نے جانے کا پروگرام بنالیا۔

باقی آئندہ...... انشاء اللہ

اوشا سانیال کے مقالہ (Thesis) کا تنقیدی جائزہ

محمد سراج الدین شریفی۔ مغلپورہ، سہسرام۔ بہار

جس وقت مرکزی مجلس رضا لاہور قائم کی گئی، یعنی 1968ء میں اس وقت تک اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے حقیقی مقام و مرتبہ سے عوام تو عوام خواص بھی بہت کم ہی واقف تھے۔ مگر قیام مجلس کے ساتھ ہی ایک نئے دور کا آغاز ہو گیا اور حضرت رضا بریلوی کی نسبت علم و آگہی کا ایک سنہرا دور شروع ہو گیا اور اُردو دنیا ان سے متعارف ہونے لگی مگر جب پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب نے 1978ء میں "Neglected Genius of the East" کے نام سے ایک کتابچہ پہلی بار انگریزی میں لکھا تب سے مغربی دنیا بھی امام احمد رضا سے متعارف ہونے لگی۔ گویا کہ اس کے ساتھ ہی دبستان کھل گیا۔ واضح رہے کہ مذکورہ کتاب علامہ ارشد القادری سابق سربراہ ورلڈ اسلامک مشن کی تحریک پر لکھی گئی ہے جسے مجلس نے شائع کیا اور اسے مفت پوری دنیا میں تقسیم کیا۔ (حوالہ ابتدائیہ ایضا) اس کے بعد تو ماحول ہی بدل گیا۔ مغربی محققین میں اعلیٰ حضرت کو جاننے اور سمجھنے کا ذوق و شوق بیدار ہی نہیں، بلکہ شدید تر ہو گیا جو تا ہنوز جاری ہے۔

اسی سلسلے کی ایک کڑی ڈاکٹر اوشا سانیال ہیں جنھوں نے کولمبیا یونیورسٹی (امریکہ) سے امام احمد رضا پر پی، ایچ، ڈی کیا ہے۔ ان کے تھیسس کا عنوان Devotional Islam and Politics in British India-Ahmad Rida Bareillvi and his movement. 1870-1920 ہے۔ "غلام ہندوستان میں سیاست اور حقیقی اسلام۔ امام احمد رضا بریلوی اور ان کی تحریک 1870 تا 1920ء"

اس تحقیق کے پیچھے جن اداروں کے ہاتھ ہیں یا جنھوں نے مالی معاونت کی ہیں وہ یہ ہیں:

(1) The American Institute of Indian Studies

(2) The International Doctoral research fellowship program for south Asia of the social sciences research council

(3) The American council of learned societies

(4) The ford foundation and the national endowment for the humanities

(5) Charlotte w. new combe doctoral dis sertation fellowship

(حوالہ اعترافیہ ایضا)

ذیل کے سطور میں ہم مذکورہ کتاب کا تنقیدی جائزہ لیں گے جسے آکسفوڑ یونیورسٹی پریس دہلی نے 1996ء میں شائع کیا ہے۔اور دیکھیں گے کہ اس میں کہاں تک حقیقت بیانی سے کام لیا گیا ہے۔ ڈاکٹر صاحبہ نے ہندوپاک کے جن معتبر علماء سے استفادہ کیا ہے ان میں پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد پاکستان اور مولانا یٰس اختر مصباحی ہندوستان قابل ذکر ہیں۔ آخر الذکر کو چار ماہ کیلئے اپنا استاد تک لکھا ہے۔ (حوالہ اعترافیہ)

ڈاکٹر صاحبہ، جنھوں نے امریکہ کے علاوہ برطانیہ میں بھی تعلیم حاصل کی ہے اپنے بارے میں اعترافیہ کے تحت "ہندوستانی ہندو عورت" لکھتی ہیں مگر "امام احمد رضا اور عالمی جامعات" کے حوالے سے ان کی شہریت امریکی بتائی گئی ہے (حوالہ سہ ماہی "افکار رضا" ممبئی ستمبر 1999) ان کے اعترافیہ سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ انہوں نے اعلیٰ حضرت پر تحقیق کسی عقیدت کی بناء پر نہیں کی ہے بلکہ اس کی وجوہات کچھ اور ہی ہیں۔ وہ لکھتی ہیں "ایک طرف میری شروع ہی سے اسلام اور اسلامی تہذیب کو جاننے اور سمجھنے کی خواہش تھی تو دوسری طرف میرے استاد ٹونی ملنر Tony Milner "جنوب مشرق ایشیا" سے متعلق مجھ سے برابر سوالات کیا کرتے تھے اور اس طرح وہ میرے اندر موجود چنگاری کو ہوا دیتے رہے اور آخر کار اس موضوع پر تحقیق کیلئے مجھے تیار کر لیا۔ اس سلسلے میں میری مدد اور رہنمائی کرتے رہے۔ ڈاکٹر صاحبہ اپنے عنوانِ تحقیق پر بل روف Bill Roff کے نظریات سے بہت متاثر ہیں جنھوں نے ان کی تحقیقی کاوشوں میں سب سے زیادہ دلچسپی لی اور مقالہ کی تیاری و نگرانی سے لیکر تصیح و نظر ثانی کے سارے فرائض انجام دیے۔ اعترافیہ کے تحت وہ آگے لکھتی ہیں، Sandy freitag نے میرے لئے ایک ذہن ساز کا کردار ادا کیا ہے اور مقالہ کی تفصیلات سے تو مجھے الگ ہی رکھا صرف اہم نکات پر مجھے کام کرنا پڑا"

ظاہر ہے کہ مقالہ کا عنوان کسی اور نے طے کیا، اس کی تفصیلات اور تدوین سے ان کو الگ رکھا گیا اور سب بڑھ کر تصیح وغیرہ کا سارا کام مغربی محققین نے کیا ہے۔ اس طرح یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ "تفہیم رضا" کے سلسلے میں نیک نیت یا کم از کم پورے طور پر آزاد نہیں ہیں اگر ہوتیں تو تصیح کے کام میں وہ ضرور کسی سنی بریلوی سے مدد لیتیں۔ ڈاکٹر صاحبہ نے امام احمد رضا کو مشرقی چشمہ سے دیکھنے کی بجائے

مغربی چشمے سے دیکھنے کی کوشش کی ہے۔ نتیجتاً وہ جگہ جگہ ٹھوکریں کھاتی ہیں۔ مختلف جہت سے چند بڑے نقائص کے باوجود کتاب لائق مطالعہ تو ہے مگر معتبر نہیں۔ تاہم انگریزی داں حضرات بالخصوص مغربی دنیا کے پس منظر میں یہ ایک مفید اور معلوماتی کتاب ہے اور مذکورہ پس منظر میں بابِ رضویت میں ایک خوبصورت اضافہ بھی۔

مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ انگریزی ادب کے توسط سے جو اسلام مغربی دنیا میں پہونچا ہے وہ حقیقی اسلام نہیں ہے اس بات کی بہت اشد ضرورت ہے کہ انگریزی میں بھی زیادہ سے زیادہ لٹریچر یورپ تک پہونچایا جائے تاکہ وہ اہل سنت وجماعت کے ان لٹریچروں کی مدد سے باطلوں کی بھیڑ میں حقیقی اسلام کا چہرہ دیکھ سکیں۔ چنندہ اردو کتابوں کو انگریزی میں منتقل کر کے یہ مقصد حاصل کیا جاسکتا ہے۔

اب ہم اصل موضوع کی طرف آتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اوشا سانیال نے اپنی تحقیق کا بنیاد کسے بنایا ہے، وہ لکھتی ہیں "میں نے افکارِ رضا کو سمجھنے کے لئے ان کے فتاویٰ پر بالخصوص انحصار کیا ہے اور ان کے ترجمہ قرآن سے دانستہ طور پر صرفِ نظر کیا۔ میرے خیال میں اس سے کوئی خاص فرق بھی نہیں پڑتا۔ البتہ حضرت رضا سے متعلق اردو ماخذ کا سہارا ضرور لیا ہے۔" (p 13) واضح رہے کہ محترمہ نے انگریزی ماخذ پر زیادہ بھروسہ کیا ہے نتیجتاً جگہ جگہ ٹھوکریں بھی کھاتی ہیں۔ چنانچہ وہ دیوبندی۔ ندوی اور تبلیغی وغیرہ کو ہر جگہ سنی لکھتی ہیں البتہ ہم بریلویوں کو ہر جگہ اہل سنت وجماعت لکھا ہے۔(p 203)

ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ وہ تضاد کا بھی شکار ہیں۔(p 3) ایک جگہ لکھتی ہیں: "حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ جنہیں اس زمانے کے سب لوگ انہیں اس لقب کا حقدار نہیں سمجھتے تھے اپنے مکتوبات کی نسبت کافی متنازعہ تھے یہاں تک کہ ان کے خلاف شریف مکہ کے توسط سے اورنگ زیب کے زمانے میں کفر کا فتویٰ بھی منگایا گیا تھا۔" (p 45) جبکہ وہ خود دوسری جگہ لکھتی ہیں "امام احمد رضا نے حضرت مجدد الف ثانی کو بہت اچھے القاب سے یاد کیا ہے اور ان کی کتابوں کو سراہا ہے اور انھیں حوالہ کے طور پر استعمال بھی کیا ہے۔" (p 44, 193) اس سے پہلے لکھتی ہیں کہ "شیخ احمد سرہندی نے دربارِ اکبری میں شیعوں اور ہندوؤں کے بڑھتے اثرات پر بہت سخت رویہ اپنایا تھا (یہاں تک کہ انہوں نے "رد روافض" کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی تھی) اس حوالے سے یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ ان کے خلاف شر انگیزی میں انہی دو گروہوں کا ہاتھ تھا۔"

حقیقت یہ ہے کہ "حضرت مجدد الف ثانی" نے ایک ہی وقت میں کئی محاذوں پر دفاع اسلام کی خاطر جنگ چھیڑ رکھی تھی۔ ایک طرف دینِ الٰہی کا فتنہ تھا تو دوسری طرف شیعیت کا سیلاب اور تیسری طرف دربارِ

اکبری و جہانگیری میں ہندوؤں کا بڑھتا زور مگر حضرت مجدد نے تینوں محاذوں پر کامیابیاں حاصل کیں۔

1900 صدی عیسوی میں پٹنہ کے ایک جلسے میں جہاں ملک کے طول و عرض کے علماء موجود تھے اعلیٰ حضرت کو مجدد مائۃ حاضرہ تسلیم کیا گیا اور اس سلسلے میں باضابطہ اعلان کیا گیا۔ وہاں ایک ہفتہ تک تقریری پروگرام چلا اعلیٰ حضرت نے بھی تقریریں کیں۔ مذکورہ اعلان مجددیت اور حضرت مجدد اعظم کے جلسوں کے پیچھے قاضی عبدالواحد عظیم آبادی کی شخصیت بہت نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے۔ قاضی صاحب نے 1897ء میں پٹنہ سے "تحفۂ حنفیہ" کے نام سے ایک معیاری ماہنامہ نکالا جو چالیس صفحے کا تھا اور پورے ملک کے علماء، فضلاء، وکلاء اور بڑے بڑے سرکاری عہدہ داروں تک اس کی رسائی تھی۔ مذکورہ رسالہ کے ذریعے افکارِ رضا کے علاوہ دوسرے موضوعات کے ذریعے اسلامی علوم و فنون کو فروغ دیا جاتا تھا۔ (p 83, 84, 85) مگر اوشا سانیال نے مذکورہ طریقۂ اعلانِ مجددیت کو غیر روایتی قرار دیا ہے جبکہ یہی طریقہ بہتر اور معتبر ہے بہ نسبت اس کے کہ اپنے اپنے مقام سے علماء کسی کی مجددیت کی تصدیق کرتے جائیں جو کہ روایتی طریقہ ہے۔ اگر صدیوں پہلے وہ سہولیات میسر ہوتیں جو سو برس پہلے تھیں تو یقیناً علمائے اسلاف وہی طریقہ اختیار کرتے جو علمائے احناف نے پٹنہ میں اختیار کیا ہے۔

لوشا کی تحقیق کے مطابق حضرت رضا تعلیم کو پھیلانے میں بہت کم دلچسپی رکھتے تھے بہ نسبت فتویٰ نویسی اور تصنیفی کاموں کے۔ وہ بار بار اس بات کا گلہ کرتی ہیں اور یہ ثابت کرنا چاہتی ہیں کہ اہلسنت و جماعت کا غیروں کے مقابلے میں پچھڑنے کی اصل وجہ یہی ہے۔ وہ لکھتی ہیں "جب مولانا ظفر الدین بہاری حضرت رضا کے پاس حصولِ تعلیم کی غرض سے بریلی پہونچے تب اعلیٰ حضرت نے بجائے خود انہیں پڑھانے کے حکم دیا کہ وہ مدرسہ دار الاشاعت میں تعلیم حاصل کریں اور بقیہ اوقات میں دار الافتاء میں ان کی مدد بھی کریں۔ مگر کچھ دنوں بعد وہ مدرسہ دیوبند کے زیر اثر آگیا تب مولانا بہاری نے اپنے طور پر ایک مدرسہ قائم کرنے کے لئے کوششیں شروع کر دیں اور اس سلسلے میں مولانا حسن رضا خاں اور مولانا حامد رضا خاں سے مدد لی اور ایک سید صاحب کی سفارش پر اعلیٰ حضرت نے اپنی منظوری دی اور ایک رئیس نے زمین عطا کی۔ جہاں 1904ء میں مدرسہ منظر اسلام قائم کیا گیا"۔ (p 73 181)
واضح رہے کہ امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سادات کرام کا بہت احترام کیا کرتے تھے اسی لئے سید صاحب کی خدمات لی گئیں۔

دوسری جگہ لکھتی ہیں "دیوبند و ندوہ کے مقابلے اہل سنت و جماعت کے پاس کوئی تعلیمی ادارہ نہیں تھا جبکہ اعلیٰ حضرت چاہتے تو اپنے اثرات کا استعمال کر کے ایسے ادارے قائم کر سکتے تھے۔" ڈاکٹر صاحبہ

کی اس بات میں بہت وزن ہے۔ اسی معنی میں Negleted Genius of the east میں فضلاء کے اقوال نقل کئے گئے ہیں اور بتایا گیا ہے کہ اس عدم توجہی کی بہت بھاری قیمت اہل سنت وجماعت کو چکانی پڑ رہی ہے اور نتیجہ یہ ہوا کہ برصغیر کے اکثر و بیشتر شہروں میں دیوبندی وندوی اثر انداز ہو گئے۔ (حوالہ اختتامیہ)

ڈاکٹر صاحبہ کو امام احمد رضا کی نسبت ایک بڑا مغالطہ یہ بھی ہے کہ وہ ایک گوشہ نشین عالم تھے ورنہ وہ اہلسنت وجماعت کی اور بہتر خدمات انجام دے سکتے تھے۔ ایسے تبصرے کئی جگہ ملتے ہیں۔ حالانکہ وہ انہیں علم لدنی کا حامل بھی مانتی ہیں۔ اعلیٰ حضرت اولاً تو گوشہ نشین تھے ہی نہیں وہ تو برابر ملک کے طول و عرض میں اسفار کیا کرتے تھے کبھی احباب کی دعوت پر تو کبھی تبلیغ دین کے سلسلے میں۔ خود ڈاکٹر صاحبہ نے اعلیٰ حضرت کے کئی اسفار کا تذکرہ کیا ہے۔ مثلاً دورۂ جبلپور ایک ماہ سے زیادہ، دورۂ پٹنہ دو ہفتے سے زیادہ اور دونوں حج جو کئی مہینوں کے تھے۔ مذکورہ اسفار میں حضرت مجدد اعظم تبلیغ دین اور شدو ہدایت کے سرچشمہ بنے رہے اور جہاں تک گوشہ نشینی کی بات ہے اگر اسے مان بھی لیا جائے تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ یہ گوشہ نشینی عام نہیں بلکہ خاص تھی کیوں کہ ان کی مجددانہ کرامت تو یہ ہے کہ وہ بریلی میں بیٹھے بیٹھے صرف ایک ملاقات، ایک خط، حتیٰ کہ صرف ایک فتویٰ سے انسانوں کے نظریات کی کایا پلٹ دیا کرتے تھے اور اس طرح انہیں روشنی کا مینار بنادیا کرتے تھے اور اس کے بعد یہ حضرات جہاں کہیں بھی رہتے حضرت "رضا" کا عکس جمیل بن کر ان کی موجودگی کا احساس دلاتے اور اس طرح آفتاب و ماہتاب بن کر چمکتے تھے۔ اعلیٰ حضرت کی کرامت یہ بھی ہے کہ وہ بغیر جغرافیہ پڑھے صرف مطالعہ اور علم لدنی کی بدولت اپنے دار الافتاء میں بیٹھے بیٹھے افریقہ، عرب، فارس اور برصغیر ہندوپاک کے جغرافیے کا نقشہ کھینچ دیا کرتے تھے۔ اور اس طرح انہوں نے ثابت کر دیا کہ تحریری خدمات تقریری حتیٰ کہ تدریسی خدمات پر بھی بھاری ہیں۔ (بقول حکیم اہلسنت محمد موسیٰ امرتسری "انقلاب از کتاب") قابل غور بات یہ بھی ہے کہ ہم سو سال پہلے کی باتیں کر رہے ہیں اور آج کا زمانہ جسے سائنس اور قلم کا زمانہ (اب کمپیوٹر کا زمانہ بھی) کہتے ہیں اس میں تحریر، تقریر و تدریس دونوں پر پہلے سے کہیں زیادہ بھاری ہے۔ اور تحریر و تشہیر کے میدان میں ہم غیروں سے بہت پیچھے ہیں۔

اوشا کا مقالہ دیکھنے سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ باوجود اپنی سالوں کی محنت کے افکارِ رضا اور اہلسنت وجماعت کو سمجھنے میں پورے طور پر کامیاب نہیں ہو سکی ہیں۔ چنانچہ نتیجۂ تحقیق کے تحت لکھتی ہیں "اہلسنت وجماعت نے دیوبند وندوہ کے ردّ میں اپنی طاقت زیادہ صرف کی ہے جبکہ اہل حدیث کے

جبکہ اس کی طرف زیادہ توجہ دینی چاہئے تھی کیونکہ اصلاً وہابی کہلائے جانے کے لائق یہی ہیں کیونکہ یہ فرقہ زیادہ گمراہ ہے اور غیر مقلد بھی" اور آگے لکھتی ہیں "اہل حدیث کا سماجی، معاشی اور علمی مقام بہت بلند ہے یہاں تک کہ ان کی تصانیف بھی عربی و فارسی میں ہیں۔" (p 334, 335) اہلسنت و جماعت کے نزدیک قادیانی، اہل حدیث، شیعہ، دیوبندی، ندوی اور جماعت اسلامی سب کے سب گمراہ فرقے ہیں۔ مگر اہل حدیث فرقہ غیر مقلد ہے اس لئے وہ کھلے ہوئے ہیں مگر بقیہ فرقے اپنے آپ کو مقلد اور حنفی کہتے ہیں اور ہر جگہ موجود ہیں اس بنا پر زیادہ خطرناک ہیں اسی لئے علمائے اہلسنت نے مجبور ہو کر اپنی توجہ بالخصوص اس طرف کی ہے اور مسلمانوں کو ان کی مکاری اور گمراہی سے خبر دار کیا ہے۔ حیرت ہے کہ ڈاکٹر صاحبہ کا تحقیقی ذہن اس نکتہ کی طرف نہیں گیا جبکہ ایک جگہ وہ خود لکھتی ہیں "اس زمانے میں وہابی اپنی وہابیت کو چھپایا کرتے تھے۔" (P 304)

دورانِ تحقیق ڈاکٹر صاحبہ نے عرس برکاتیہ مارہرہ کا بے روک ٹوک عینی مشاہدہ کیا ہے اس لئے وہاں کے طریقے و سلیقے سے بہت متاثر ہیں اور تفصیلات سے بھی اپنے قارئین کو آگاہ کرتی ہیں۔ وہ بریلی بھی گئیں تھیں مگر وہاں عرس رضوی میں منتظمین ان کے عورت ہونے کے سبب کوئی رعایت نہیں برت سکے اس لئے وہ عرس رضوی کے سلسلے میں تفصلات لکھنے سے معذور رہیں تاہم کچھ اشارے ضرور کیئے ہیں۔ البتہ انہوں نے عرس خواجۂ ہند کے سلسلے میں "دبدبۂ سکندری" کے حوالے سے وہاں کا منفی نقشہ ضرور کھینچ دیا ہے۔ (p 127)

ڈاکٹر صاحبہ نے جیسا کہ خود اعتراف کیا ہے کہ اس زمانے کے وہابی اپنی وہابیت چھپایا کرتے تھے (یہ روش آج بھی جاری ہے) جس کے نتیجے میں اہلسنت کے عوام بلکہ خواص بھی یعنی بعض علمائے اہلسنت بھی لاعلمی میں ان سے راہ و رسم رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ بیعت بھی ہو جایا کرتے تھے مگر جیسے ہی ان کی وہابیت ظاہر ہوتی تھی وہ اپنی بیعت توڑ لیا کرتے تھے۔ اس ضمن میں مذکورہ کتاب میں بعض معتبر علمائے اہلسنت سے متعلق انکشافات بھی ہیں جنہیں 304, 303, 211, 124, 123, 78 اور 320 نمبر کے صفحات پر دیکھے جاسکتے ہیں۔ ایک انکشاف یہ بھی ہے کہ بلگرام، ضلع ہردوئی یوپی کے سادات جو خاندان برکاتیہ سے نسبت رکھتے ہیں وہ شیعیت سے متاثر تھے یہاں تک کہ خاندان مارہرہ شریف کے کچھ گھرانے جن کے نام بھی درج ہیں اور ساتھ ہی ساتھ کواتھ۔ ضلع آرہ، بہار کے ساداتِ کرام بھی۔ (p 124,123) حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی جو اپنے دور کے مجدد ہیں ان کے سسرالی رشتہ

داروں کو بھی شیعہ لکھا گیا ہے اور ان کا شکوہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ اس وقت ہر گھرانے میں ایک دو افراد شیعیت سے متاثر تھے۔ اسی طرح کی کچھ اور باتیں بھی ہیں جو اکثر شیعہ اور وہابی مصنفین کے حوالے سے لکھی گئی ہیں۔ حد یہ ہے کہ خود اعلیٰ حضرت کی ذات بھی ایک جگہ ڈاکٹر صاحبہ کے قلم کی زد میں آگئی ہے، وہ لکھتی ہیں "However one must take more seriously the cherge that some of Ahmad Rida's beliefs and ideas were borrowed from Shias." ترجمہ: "بہر حال ہم سب کو بہت سنجیدگی کے ساتھ اس الزام کو لینا چاہیے کہ اعلیٰ حضرت نے کچھ عقائد و افکار شیعیت سے لئے ہیں۔" (p 212, 211) یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحبہ صرف وہیں بھٹکتی اور اپنی ناقص تحقیق پیش کرتی ہیں جہاں وہ مستشرقین، شیعہ یا وہابی محققین کی تحقیقات کا سہارا لیتی ہیں مگر جیسے ہی وہ اردو بالخصوص بریلوی تحقیقات کی طرف آتی ہیں تو وہ بالکل بدل جاتی ہیں اور امام احمد رضا کے بلند مقام و مرتبہ کا بار بار تذکرہ کرتی ہیں۔ ایک ذیلی باب، ترجمہ "امام احمد رضا ایک ممتاز عالم اور قابل تقلید نمونہ" کے تحت لکھتی ہیں "امام احمد رضا کے سوانح نگاروں نے ان کی جو تصویر کشی کی ہے (واضح رہے کہ ڈاکٹر صاحبہ نے امریکہ میں اردو سیکھ کر تحقیقی کام شروع کیا ہے) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے فکر و عمل کو سنت نبوی کے عین مطابق ڈھال لیا تھا اور اس طرح اپنی زندگی اور اپنے عمل کو حضرت رسول اعظم ﷺ کی تعلیمات کا عملی نمونہ بنادیا تھا نتیجتاً وہ عامل سنت ہو کر مرکز اہل سنت بن گئے اور اس کے بعد مقام مجددیت پر فائز ہو گئے۔ اور اس مقام پر پہونچ کر وہ پورے ملک کے علماء و فضلاء کے مرکز نگاہ و عقیدت ہو گئے اور بریلی کو علوم و فنون اور رشد و ہدایت کا گہوارہ بنادیا اور اس طرح ملک ہی کیا بلکہ مکہ و مدینہ تک کے علمائے اہلسنت آپ کی طرف دیکھنے لگے اور فیضیاب ہونے لگے۔ (P 66)

مذکورہ کتاب کے نو ابواب ہیں اور ذیلی ابواب تو بہت ہیں۔ چنانچہ ایک اور ذیلی باب "عاشق رسول" کے تحت حضرت رضا کے عشق رسول ﷺ کا اقرار و اظہار کیا ہے اور خوب کیا ہے۔ (P 151) انہوں نے مختلف مقامات پر لکھا ہے کہ امام احمد رضا کی تحریریں نظم کی شکل میں ہوں یا نثر حتی کہ ان کے فتاویٰ سے بھی عشق رسول، ربط اسلاف اور اسلامی غیرت و اقدار کا پاس و لحاظ نمایاں ہیں۔ اور کیوں نہ ہو جبکہ اہل دل نے انہیں فنافی الرسول ہونے کا اقرار و اعلان کر دیا ہے۔

امام احمد رضا کے جد اعلیٰ کہاں سے آئے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر صاحبہ لکھتی ہیں کہ "غالب گمان یہ

ہے کہ وہ قندھار (افغانستان) سے آئے۔ ان کے مطابق اس ضمن میں سوانحی کتابیں واضح نہیں ہیں۔ p)
(51 مذکورہ کتاب میں فاضل بریلوی کے دوبار دیدار رسولِ اعظم ﷺ اور ان کی دوسری کئی کرامتوں کے بھی تذکرے ہیں نیز ان سے متعلق کئی مشہور واقعات جو ان کی علمی شان و عظمت اور سائنس وغیرہ سے متعلق ہیں وہ بھی درج ہیں۔ ان سب کے علاوہ ان کے اجداد سے متعلق کچھ واقعات و کرامات کے بھی تذکرے ہیں۔

ہمارے خیال میں مغربی محققین اور مصنفین پر تبصرہ کرتے وقت علمائے اہلسنّت کو بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے اور انہیں کسی ایک زاویہ سے دیکھنے کے بجائے مختلف زاویوں سے دیکھنے کی ضرورت ہے۔ یورپ والے یہودی ہوں کہ عیسائی وہ جس لبادہ میں ہوں فی الحقیقت اسلام اور انسانیت اور امنِ عالم کے دشمن ہیں اور وہ مسلسل خطرہ بنے ہوئے ہیں۔ ان سے کسی قسم کی خوش فہمی رکھنا ناپختگی، کم علمی اور تاریخ سے کم علمی کی علامت ہے۔ بدقسمتی سے ہماری جماعت میں بھی کچھ ایسے لوگ ہیں جو مغرب والوں کی کسی ایک تحقیق یا کسی بظاہر اچھے کام پر انہیں اسلام کا محسن تصور کر لیتے ہیں۔ (قرآن کہتا ہے، اے ایمان والو یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ وہ تو آپس میں دوست ہیں اور جو انہیں دوست بنائے گا وہ انہیں میں سے ہوگا۔)

زیر تبصرہ کتاب کا ایک پیراگراف بہت لطیف اور معنی خیز ہے وہ یوں ہے "اہلسنّت و جماعت نے اب تک حضرت رضا بریلوی کو صرف مذہبی زاویہ سے دیکھا ہے اور اسی بنیاد پر اپنا نظریہ قائم کیا ہے مگر دوسرے زاویئے جیسے (سائنس) اور تاریخی پس منظر میں بھی انہیں دیکھنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے اور ایسا اب ہو بھی رہا ہے۔ مسلم دنیا اور مغربی دنیا میں اعلیٰ حضرت کی تصانیف اور ان کے افکار و نظریات پر تحقیق و تدوین اور تصنیفی کام ہندوپاک کے علاوہ برطانیہ کے مسلمان بھی کر رہے ہیں۔ بیسویں صدی کے اختتام تک لوگوں کا نظریہ اعلیٰ حضرت کی نسبت مثبت ہو جائے گا اور وہ صحیح تناظر میں دیکھنے کو مجبور ہوں گے۔ (p 337)

مذکورہ مندرجات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ کتاب میں خوبیاں اور عیوب دونوں ہیں۔ پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ اہلسنّت و جماعت کے حق میں مفید کیسے ہو گئی؟ جواباً عرض ہے کہ اوشا سانیال نے امام احمد رضا کے افکار و نظریات سمجھنے کے ضمن میں اہلسنّت و جماعت کے لٹریچر کے علاوہ ہندوپاک کے دو درجن سے زیادہ معتبر علماء و فضلاء (جن کے نام درج ہیں (p 357) سے سوال و جواب بھی کیا ہے جن کے مثبت اثرات تھیسس میں نمایاں ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رضا نامے

مولانا غلام جابر شمس مصباحی، استاذ مرکز الثقافۃ السنیہ، کالیکٹ، کیرالا

سہ ماہی "افکار رضا" ممبئی شمارہ اپریل تا جون ۲۰۰۰ء اس وقت میری میز پر ہے۔ اور میری نظروں کے نیچے اسکے صفحوں پر گڑے ہوئے ہیں۔ سید عبد الرحمٰن اور ڈاکٹر امجد رضا امجد...... دونوں کے مضامین کے شکنجوں نے مجھے ایسا کس دیا ہے کہ کیا بتاؤں؟ شکنجوں کے اسکریو (Screw) اس وقت تک ڈھیلے نہیں ہوئے جب تک سطر سطر پڑھ نہیں لیا...... اشاعت تصانیف رضا سے متعلق مولانا نعمانی کی گزارشات اور تجاویز جاندار، طاقتور، قابل عمل ہیں...... علامہ ارشد القادری کا دیا ہوا انٹرویو قاری کو تشنہ چھوڑ دیا ہے محمد سراج الدین سسرامی بھی کیا کرتے۔ پھر بھی حضرت العلام کے ان اشاریاتی جملوں سے، ابھارنے والا، ان کی سیرت وخدمت کے تیکھے خد وخال ابھار لیگا...... سبھی شخصیتوں کو میری طرف سے تہنیات و تبریکات پیش کردیجئے۔

رہا آپکا اداریہ...... تو ایک یہی کیا؟ آپ کے قریب ہر اداریہ سے خلوص ٹپکتا، فکر جھلکتی اور درد رستا ہوا محسوس ہوتا ہے۔

نذیر بھائی! ایک دور تھا جس میں علوم وضع ہوئے، فنون عالم ایجاد سے گزرے...... دوسرے دور میں ان علوم وفنون کی شرح وضاحت ہوئی اور تیسرا دور ہے نقل علم کا...... اس کو آپ یوں بھی کہہ سکتے ہیں واضعینِ علم کا عہد، جس میں علم وفن وضع کیا گیا یہ دور عروج اسلام کا تھا...... شارحینِ علم کا عہد، اس عہد میں ان علوم وفنون کی اتنی شرحیں اور وضاحتیں ہوئیں کہ علماء دین اور حکمائے اسلام کے جتائج افکار سے لائبریریاں بھر گئیں اور ان کی برکتوں نے دنیا کے سارے علم اور ساری تہذیب کا پیوا ہی غرق کرکے رکھ دیا۔ خیر القرون کے بعد یہ دوسرا "خیر القرون" تھا...... پھر ایک دور ایسا آیا جس میں نہ تو کوئی ایجاد ودریافت ہوئی اور نہ ہی تحقیق واکتشاف...... یہی دور ناقلینِ علم کا دور کہلاتا ہے جس میں ہم اور آپ رہ رہے ہیں۔

امام احمد رضا اسی دور آخر میں پیدا ہوئے لیکن ان کی ذات ایک "بلوریں آئینہ خانہ" کی سی ہے جس میں سیکڑوں نوع بہ نوع تصویریں ابھرتی ہیں اور نقل علم کے دور سے لیکر عہد وضع علم تک کے علمی آثار مانند نجوم جھلملا رہے ہیں۔ پروفیسر شبیر احمد غوری علی گڑھ، امام احمد رضا کو واضعینِ علم کی صف میں دیکھتے اور علوم حکمیہ کا "آخری دانائے راز" قرار دیتے ہیں۔

امام احمد رضا کے متبعین ان کی صرف وہ تصویریں اتارتے اور دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں جو نقل علم یا زیادہ سے زیادہ شرحِ علم کے دور سے متعلق ہیں۔ عقیدت مندان امام احمد رضا کی رسائی وضع علم کی حد تک ابھی نہیں ہو سکی ہے اور ہو بھی کیسے؟ ہماری قوم پر تو "صحرائی سکوت" نے قبضہ جما رکھا ہے۔ عصر جدید

کے تقاضے دھاڑتے، چنگھاڑتے ہیں مگر ان کے کانوں میں جوئیں تک نہیں رینگتی...... دیکھئے یہ "ظالم سکوت" کب ٹوٹتا ہے؟

پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب مئی ۱۹۹۶ء میں ہندوستان آئے۔ بریلی میں عرس رضوی کے بعد شاہی مسجد فتح پوری دہلی میں علماء کی ایک علمی نشست ہوئی تو پروفیسر موصوف نے فرمایا کہ "وہ علم وفن جن کو امام احمد رضا نے مٹنے سے بچالیا یا ایجاد کیا، اگر ان علوم وفنون کو سامنے لایا جائے تو علمی دنیا پر احسان ہوگا اور سائنسی دنیا ششدر رہ جائیگی، موجود علماء کا جواب تھا کہ ان افکار وعلوم کی توضیح وتشریح کرنے والی شخصیتیں ہندوپاک میں دو ہی نظر آتی ہیں۔ پروفیسر شبیر احمد غوری، علی گڑھ اور علامہ خواجہ مظفر حسین رضوی پورنوی۔ کاش! جماعتی سطح پر غور وفکر ہو، مذکورہ شخصیتیں آمادہ ہوں تو امام احمد رضا کی تحقیقات واکتشافات فی الحقیقت ضائع ہونے سے بچ جائیں۔...... زبیر بھائی! ایک بات اور نوٹ کیجئے ہماری ساری کاوشوں کا دائرہ محض اردو دنیا ہے۔ اردو کی فصیلیں کتنی مضبوط اور زمین کے کتنے رقبے کو گھیرے ہوئے ہے۔ وہ صرف بر صغیر (Subcontinent) کا کرہ اور کہیں ہے بھی تو برائے نام...... ہمالیائی قوت وشہرت رکھنے والی زبان عربی وانگلش میں ہماری سرگرمی صفر برابر ہے...... زمانہ کی پکار ہے کہ فکر رضا کی سوغات لیکر ان زبانوں کے گھر آنگن تک پہونچا جائے۔ دیکھئے نا، عربی زبان کی اثر پذیری...... پاکستان کے دو باکمال رجال مصر گئے جامع ازہر کے صحن میں قلم لگائی، دوب اگائی، بیلیں اگیں، پودے بڑھے، کلیاں چٹکیں، پھول کھلے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے پورا مصر العربیہ فکر رضا کا فریفتہ ہوگیا۔ کیا یہ کام اردو کے ذریعہ ہو سکتا تھا؟ یہ کام مسلسل کرتے رہنے کا ہے اور اسی طرح انگلش میں بھی، جب کہ علاقائی زبانیں بھی اسی بات کا انتظار کر رہی ہیں۔

زبیر بھائی! سنا ہے کہ "افکار رضا" ممبئی کا چراغ "جہان رضا" لاہور کی شمع فروزاں سے جل اٹھا ہے اور "جہان رضا" کا رنگ وآہنگ تو عالم آشکار ہے تو پھر کیوں نہ اسکا عکس اور اسکی پرچھائیاں "افکار رضا" پہ پڑیں ...... جب پوری دنیا خواب خرگوش سے زیادہ گہری نیند کے ساگر میں غرقاب تھی۔ ارض لاہور سے ایک لاہوتی آواز" ابھری جو پر کشش تھی، پر تاثیر تھی، پر خلوص تھی، اور از دل خیز بر دل ریز کا نمونہ اتم تھی ...... نتیجے میں لوگ آنکھیں مل مل کر بیدار ہوگئے اور پھر اس آوازۂ حق کا غلغلہ بحر وبر کی وسعتوں میں پھیل گیا اور غازۂ حق کی مہکار سے حق کا ہر ہر پرستار مشکبار ہوگیا۔

زبیر بھائی! جب اندھیرا تھا اور گھپ اندھیرا تو جانتے ہیں "جہان رضا" کی قندیل کس شمع سے روشن ہوئی؟ ہاں! بلاشبہ یہ وہی شمع ہے حرم الٰہی اور حریم نبوی کے طاق میں روشن ومنور ہے یاد رکھئے یہی وہ شمع ہے جس کی حفاظت فانوس بن کر ہوا خود کیا کرتی ہے۔ "جہان رضا" نے شمع حرم سے روشنی چرائی اور اسکے شرارے جہان بھر میں تقسیم کردیئے۔ پھر تو اتنے دیپ جل اٹھے کہ شبستان در شبستان نور ہی نور بکھر کر رہ گیا اور کوئی جائے مفر نہیں کہ اس نوری ونورانی انقلاب کا برپا کرنے والا مرد با مراد شہید فکر رضا وہ مقدس بوڑھا محمد

موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ' خدائے بزرگ و برتر انہیں کروٹ کروٹ جنتیں عطا فرمائے آمین۔

زبیر بھائی! آخری بات عرض کر کے رخصت ہو رہا ہوں "افکار رضا" اور "جہان رضا" کے بلند پایہ مقالات و مشتملات سے جہاں دنیا مالا مال ہو رہی ہے وہیں راقم آثم بھی فیضیاب ہو رہا ہے میرے پاس الفاظ نہیں کہ آپکا شکریہ ادا کروں دونوں جرائد مجھے آپکے توسط سے برابر موصول ہو رہے ہیں "جہان رضا" کے فاضل مدیر پیرزادہ اقبال احمد فاروقی سے میرا سلام کہئے۔ خدا آپ حضرات کو سلامت رکھے تاکہ آپ جیسے مردانِ کار افکار رضا کی خوشبوئیں بکھیرتے رہیں شیدایانِ رضا اور متلاشیانِ حق کی مشام جاں معطر ہوتی رہے۔

غلام غوث قادری (ایم۔اے)، اسلامک فرنٹ، رانچی۔ بہار

واضح ہو کہ فدوی "امام احمد رضا قدس سرہ کی انشاء پردازی۔ ایک تفصیلی مطالعہ" کو اپنے پی۔ ایچ۔ ڈی ڈگری کے مقالے کیلئے موضوع بنایا ہے جیسا کہ آپ کو معلوم ہے اور آپ کا حوصلہ افزائی کا خط مل چکا ہے۔ جس کیلئے مشکور ہوں۔ نیز آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ مقالے کی تکمیل میں تعاون فرمائیں گے۔ آپ کے مشورے کے مطابق ہند و پاک کے بیشتر علماء و ادباء حضرات سے رابطے قائم کئے مگر جہاں بڑی مسرت کے ساتھ تحریر کر رہا ہوں کہ بیشتر مشاہیر علماء و ادباء حضرات نے میری Synopsis کو خوب سراہا ہے ساتھ ہی موضوع کے متعلق بعض نے وقت کی ضرورت فرمایا تو چند نے اچھوتا کہا تو کچھ نے بہت بڑا اقدام کہہ کر حوصلہ افزائی کی۔ وہیں تاسف بھی ہوا کہ اب تک نہ تو کسی نے فہرستِ کتابیات عنایت فرمائی اور نہ ہی مواد عطا کئے۔ فدوی نے فیضانِ اعلیٰحضرت کے سہارے موضوع کی منظوری حاصل کر لی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ مقالے کی تکمیل بھی کر ہی لے گا مگر کس قدر تحقیقی و معلوماتی ہو گا یہ نہیں کہا جا سکتا۔ لوگوں سے رابطے بڑی بڑی امید ہو کر کیا تھا لیکن میری امید۔

بڑا شور سنتے تھے پہلو میں دل کا — جو چیرا تو اک قطرۂ خوں تک نہ نکلا

کی مصداق ہو کر رہ گئی۔ سیدنا سرکار اعلیٰحضرت کے مشنِ پاک کی خدمات اور پیروی کا دم تو ہند و پاک کے بیشتر ادارے اور شخصیات بھرتے ہیں مگر عملاً کیسے ہیں اب تک کے تجربات میرے پیش نظر ہیں۔ بہر کیف اس کارِ عظیم کا جذبۂ صادق کے تحت میں نے بیڑا اٹھایا تو حسبِ حیثیت نبھانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ دعا فرمائیں مولیٰ تعالیٰ کامیابی سے ہمکنار کرے۔ واضح ہو کہ یہاں کے جملہ پروفیسران صاحب ہیں حتی کہ میرے نگران بھی جماعت اسلامی سے متاثر ہیں۔ میں نے بڑے اعتماد کے ساتھ ان سے دعویٰ کیا تھا کہ صاحب آپ صرف میری خانہ پُری کیلئے نگرانی قبول کر لیں۔ میں اپنے بیرونی علماء و ادباء سے تعاون حاصل کر لوں گا۔ مگر اب تک معاملہ برعکس ثابت ہوا۔ میری مالی حالت بھی ایسی نہیں کہ ضرورت کی ساری کتابیں خرید سکوں یا ان کے حصول کیلئے سفر کر سکوں۔ اب تک کے تعاون کی حیثیت میرے کشکول میں جناب کا ارسال کردہ "افکار رضا" ہے۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ شکریہ......

یہ کوئی میرا ذاتی کام نہیں تھا۔ رہ گیا مسئلہ ڈگری کا تو کسی بھی دنیادار پر مقالہ تحریر کر کے ڈگری حاصل کر لیتا۔ لیکن میرے اس جذبۂ صادق کو ہمارے ہی لوگ غالباً نہیں سمجھ پا رہے ہیں یا اور کچھ۔ جناب کی خدمت میں چند کتابوں کی فہرست حاضری کر رہا ہوں ان میں سے جو بھی مل پڑے فوری ارسال فرمائیں۔

میرے مقالہ کا خاکہ درج ذیل ہوگا:

باب اوّل امام احمد رضا قدس سرہ ایک تفصیلی سوانحی خاکہ

باب دوم امام احمد رضا قدس سرہ کی فکری و دینی جہات

باب سوم اردو نثر نگاری کا ارتقاء ۱۸۵۷ء تا حال

باب چہارم اردو کے چند نامور انشاء پرداز

باب پنجم امام احمد رضا قدس سرہ کی انشاء پردازی

(الف) کنزالایمان کے آئینے میں (ب) فتاویٰ رضویہ کے آئینے میں (ج) مکتوبات کے آئینے میں (د) ملفوظات کے آئینے میں (ہ) دیگر نثری تحریروں کے آئینے میں۔

باب ششم اردو کے اہم اور نامور انشاء پردازوں میں امام احمد رضا قدس سرہ کا مقام

باب ہفتم محاکمہ

باب ہشتم ببلوگرافی (کتابیات)

نگراں :ڈاکٹر پروفیسر منظر حسین کلیروی صدر شعبۂ اردو، ورکس کالج جمشید پور۔ جھارکھنڈ

مولانا اختر حسین فیضی مصباحی۔ دارالعلوم غوثیہ سلیم پور۔ ۲۷۴۵۰۹ دیوریا

سہ ماہی افکار رضا برابر مل رہا ہے اس وقت میرے ہاتھ میں اپریل تا جون ۲۰۰۰ء کا شمارہ ہے۔ مندرجات بہت خوب ہیں۔ سید عبدالرحمٰن بخاری کا مضمون "بیسوی صدی امتحان عشق رسول کی صدی" بیحد مفید اور کار آمد مضمون ہے۔ آپ کا اداریہ بنام "جاگو سنیو! جاگو" خواب غفلت میں پڑے ہوئے سنی علماء اور عوام کے لئے مناسب اور برمحل دستک ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ ہماری تمامتر توجہ تبلیغی جماعت کی طرف مرکوز ہے، اور ہم کسی دوسری طرف دیکھنے کو تیار نہیں۔ جب کہ دوسرے فرق باطلہ اس کے شانہ بشانہ چل کر اہل سنت وجماعت کی جڑ کھودنے میں لگے ہوئے ہیں۔ دور حاضر کے فرقوں میں سب سے اہم اور خطرناک فرقے غیر مقلد، قادیانی اور شیعہ ہیں۔ جو ہر محاذ پر اہل سنت وجماعت کے خلاف نظر آتے ہین لیکن ہماری توجہ ان کی طرف نہیں ہے۔ غیر مقلدین کے مکار اور سیہ کار علماء نے تعلیم حدیث کے نام پر جو خرافات مچا رکھی ہیں الامان والحفیظ۔ بیشتر وہ حدیثیں جو ان کے عقیدے کے مزاحم ہیں انھیں بغیر کچھ سوچے سمجھے ضعیف اور موضوع قرار دیدیتے ہیں۔ اور شاتم رسول کا سہرہ پہننا فخر تصور کرتے ہیں۔ یوں تو وہ ائمہ

اربعہ کے خلاف زہر افشانی کرتے ہی رہتے ہیں، لیکن سراج الامۃ، امام الائمہ حضرت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی شان میں دشنام طرازی ان کا محبوب مشغلہ ہے۔ اس لئے ان کی خبر لینے کے لئے علمائے اہل سنت اپنا اشہبِ قلم ان کی طرف موڑ دیں۔ اور خطباء اپنی تقریروں میں ان کا رد بلیغ کریں، تاکہ عوام اہل سنت ان کے مکروہ اور فاسد عقائد سے خبردار ہو سکیں۔ ایسے ہی شیعہ اور قادیانی یہ دونوں فرقے مذہبِ حق اہل سنت وجماعت کیلئے کسی ناسور سے کم نہیں۔ ان کا بھی ردّ بلیغ ہر محاذ پر ضروری ہے۔ شیعیت یہودیت کی ایک شاخ ہے، اور قادیانیت عیسائیت کا دم چھلہ۔ ایک اور فرقہ شمع نیازی بھی میدان میں چوکڑیاں بھر رہا ہے جو محبتِ حسنین کریمین کا تو دم بھرتا ہے لیکن نماز روزہ کا منکر ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب فرقِ باطلہ کے مکروفریب سے بچائے۔ اور ہمیں صحیح راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ بڑی اچھی بات ہے کہ آپ وقتاً فوقتاً ان چیزوں کی طرف توجہ مبذول کراتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اندر مزید دینی اور اسلامی جذبہ پیدا فرمائے۔

مجلہ 'افکار رضا' کی وساطت سے میں اہل سنت وجماعت کے اہل ثروت اور مخیر حضرات سے گذارش کرتا ہوں کہ وہ اپنی دولت وثروت کے ذریعہ مذہب اہلسنت وجماعت کے فروغ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ وہ اس طرح کہ جگہ جگہ اپنے صرفہ سے سنی اجتماعات کرائیں تاکہ عوام تک صحیح اور درست تعلیمات پہنچ سکیں۔ یوں ہی چھوٹی بڑی مفید اور اصلاحی کتابیں چھپواکر مفت تقسیم کریں تاکہ غریب اور غیر متمول حضرات آسانی سے استفادہ کر سکیں۔ تاہم بہت سے دولت مند حضرات نے اس کی طرف توجہ کی اور بھر پور توجہ کی۔ لیکن انھیں انگلیوں پر گنا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں مزید حوصلہ بخشے۔ پروردگار عالم خادمانِ اہل سنت وجماعت کو مزید خدمت کا حوصلہ عطا فرمائے۔ اور "مجلہ افکار رضا" کو روز بروز شاہراہ ترقی پر گامزن فرمائے۔ آمین

غلام مصطفےٰ قادری رضوی۔ رحمت عالم گلی باسنی ناگور شریف، راجستھان

"افکار رضا" کا تازہ شمارہ فردوسِ نظر بنا۔ الحمد للہ آپکی مخلصانہ جدوجہد کا ثمرہ کہ رسالہ روز بروز صوری ومعنوی اعتبار سے ترقی کی منازل طے کر رہا ہے سرورق سے لیکر رضا ناموں تک بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ علمی اور تحقیقی مقالات ومضامین کی حسین دستاویز ثابت ہو رہا ہے۔ اب جہانِ سنیت ورضویت میں "جہانِ رضا" کے بعد "افکار رضا" ہی امتیازی حیثیت کا حامل ہے۔ واقعی جو کام خلوص وللٰہیت سے کیا جاتا ہے اس کے نتائج بھی مفید تر ہوتے ہیں۔ آج ہمارے اندر اسی دولتِ اخلاص کی کمی ہے میں نے آپ کو اس سلسلے میں بھی بہت خوب پایا۔ اور امید ہے کہ اس دولتِ عظمیٰ کو ہاتھ سے جانے نہ دیں گے......

حسبِ سابق سبھی مضامین قابلِ مطالعہ اور لائق استفادہ ہیں خصوصی طور پر آپ کا اداریہ بڑا فکر انگیز اور حقائق پر مبنی ہے اہلِ ایمان کو پکار پکار کر کہہ رہا ہے اے ایمان والو! دور پُر فتن ہے۔ ہر چہار جانب رہزنانِ اسلام وایمان تمھاری دولتِ عظمیٰ کو چھیننے کی کوشش میں ہیں لھذا اپنے ایمان کا تحفظ کرو اور ان کے دامِ فریب سے دور رہو۔ یقیناً دو فرقے آج پوری توانائی کے ساتھ اہلِ ایمان کے قلوب واذہان سے چراغ عشقِ مصطفوی علیہ التحیۃ والثناء کو مدھم کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور مختلف شکلیں بدل کر گمراہی اور بد عقیدگی کی فضا قائم کر رہے ہیں۔ خدائے قدیر مسلمانوں پر اپنا خصوصی فضل وکرم فرمائے۔ آمین ثم آمین

اہلسنّت کے ابھرتے ہوئے قلمکار گرامی وقار ڈاکٹر سراج احمد بستوی، ڈاکٹر محمد امجد رضا پٹنہ، ہر دو حضرات نے امام احمد رضا کی شاعری اور فن شاعری پر عمدہ تحقیقات پیش کی ہیں ......اس بار پروفیسر سیّد عبدالرحمٰن صاحب بخاری پاکستان کا فکر انگیز مقالہ "بیسوی صدی۔ امتحانِ عشقِ رسول کی صدی" افکار رضا کی جان بنا ہے۔ موصوف کی فکر بہت بلند ہے حقائق ومعلومات کا انبار لگا دیا ہے۔ پوری صدی کا ایمان وعقائد کی بلندی اور مسلمانوں میں اس کی پستی کے حوالے سے جائزہ لیا ہے۔ حق وباطل کی جنگ نئی چیز نہیں یہ تو عہدِ رسالت سے جاری ہے لیکن تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ فتح ونصرت اہلِ حق کا مقدر رہنی اور باطل کو ذلت وہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔ مقالہ پڑھتا جا رہا ہوں اور آنکھیں اشکبار ہو رہی ہیں۔ ہمیں معلوم نہیں کہ ہمارے دشمن ہمارے خلاف کیسی کیسی مساعیٔ ناکام کر رہے ہیں بارگاہِ ایزدی میں عرض ہے کہ وہ ہمیں اس امتحان میں سرخروئی عطا فرمائے۔ آمین

عشقِ رسول ﷺ کے پیکر بیسوی صدی کے سالارِ عشقِ مصطفیٰ اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا خاں قادری رضی اللہ عنہ کا بھی موصوف نے عشقِ رسول کے حوالے سے اچھا تعارف کرایا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ پروفیسر موصوف کے فکر وقلم میں اور جولانیاں عطا فرمائے اور دین وسنیت کا سچا درد عطا فرمائے۔ آمین

عالیجناب محمد سراج الدین شریفی صاحب نے قائدِ اہلسنّت تاجدارِ قلم حضرت علامہ ارشد القادری صاحب کا انٹرویو لیکر لائقِ تحسین کام انجام دیا، کیا اچھا ہوتا کہ حضرت کچھ زیادہ وقت عنایت فرماتے اور شریفی صاحب مزید معلوماتی باتیں ہدیۂ قارئین کرتے۔ یہ تو حضرت کی حیات وخدمات کا حرفِ آغاز تھا ورنہ اس پیکرِ علم وحکمت، حامیٔ اہلسنّت، ماحیٔ کفر وضلالت کے تعارف کے لئے پوری کتاب مرتب کرنے کی ضرورت ہے۔ خدا کرے جلد ہی کوئی صاحبِ قلم اس جانب ملتفت ہوں۔

حضرت علامہ عبدالمبین نعمانی صاحب نے اشاعتِ تصنیفاتِ رضا سے متعلق لائقِ عمل باتیں تحریر فرمائی ہیں۔ کنزالایمان میں انحراف بہت افسوسناک خبر ہے اگر اس جانب توجہ نہ کی گئی تو پھر نتائج بہت ...... نکلیں گے۔ رضانامے بھی معلوماتی ہیں اس کالم کو مزید وسعت دی جائے تاکہ قارئینِ "افکار رضا" امام احمد

رضا پر ہونے والے کام کی رفتار سے واقف ہوں...... المختصر بارگاہِ خداوندی میں آپکے علم و عمل میں برکت اور نیک عزائم میں پختگی کے لئے دعا گو ہوں......

حکم کی تعمیل کرتے ہوئے یہاں کے اسلامی حالات پر ایک مقالہ حاضر خدمت ہے قریبی شمارے میں ہی شامل فرما کر مشکور فرمائیں ہو سکے تو اپنی آراء اور مشاھدات بھی اس کے ساتھ ضم کر دیں۔

سید غوث پاشاہ قادری، پورٹ بلیر۔ انڈمان و نکوبار جزائر

میرا تعلق آندھرا سے ہے اور یہاں پورٹ بلیر، انڈمان میں کچھ عرصے سے ملازمت کر رہا ہوں اور امید ہے کہ ایک لمبے عرصے تک یہاں رہونگا۔ ویسے ۱۹۸۵ء میں یہاں سے چھ ماہ کیلئے کلکتہ منتقل ہو گیا تھا۔ کلکتہ اور مدارس سے ہر ماہ مسافرین یہاں آتے ہیں اور لوٹ جاتے ہیں۔ یہاں پر سعودی ریال کی بدولت تبلیغی جماعت کا بول بالا ہے۔ پیسے دیکر ہر جہاز میں ایک جماعت کو یہاں ضرور بھیجا جاتی ہے۔ یہاں کی اکثر مساجد میں دیوبندی امام ہیں۔ مدارسی مسلمانوں کی کثیر تعداد کو چھوڑ کر سبھی تبلیغی جماعت سے وابستہ ہیں۔ عام لوگ صرف یہی سمجھتے ہیں کہ تبلیغی جماعت کے ہی بدولت وہ نماز، روزہ، اور دوسرے اسلامی ارکان سے واقف ہیں اور جماعت کے دلدادہ، کسی کو دیوبندیوں کے عقائد سے واقفیت نہیں سوائے چند لوگوں کے۔ بریلویت کیا ہے کسی کو معلوم نہیں سوائے چند ایک کے۔ امام احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کا نام آج تک کسی نے نہیں سنا۔ ایک مولانا جو دیوبند سے فارغ ہیں اکثر ہمارے دفتر آتے ہیں۔ ان سے بات چیت ہوتی ہے۔ ان کو صرف اتنا علم سکھایا گیا ہے کہ بریلوی بدتی ہیں اور حضرت امام احمد رضا خاں صاحب رضی اللہ عنہ کا نام سے بھی واقف نہیں۔

خدا کے فضل سے اور اس کے حبیب پاک کے صدقے میں اور میرے خاندان کے تمام افراد مسلکِ اعلیٰ حضرت پر قائم ہیں اور انشاء اللہ قائم رہیں گے اور اپنی اولادوں کو بھی اسی پر قائم رہنے کی تربیت دیتے رہیں گے۔ میرے والد محترم نے مجھے اور میرے بھائیوں کو اعلیٰ حضرت کی محبت بچپن ہی سے کوٹ کوٹ کر ہمارے دل اور دماغ میں بھر دی تھی اور انشاء اللہ یہ محبت ہمیشہ قائم رہے گی۔

میرے ایک دوست نے بتایا کہ آپ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے نام سے منسوب رسالہ اردو اور انگریزی میں نکالتے ہیں۔ براہ کرم اردو اور انگریزی کے دونوں رسالوں کو میرے پتہ پر روانہ کریں۔ اس کا ہدیہ جو بھی ہو معلوم کریں انشاء اللہ روانہ کرونگا۔ خود بھی پڑھونگا اور یہاں دوسروں کو بھی پڑھنے کیلئے دونگا تاکہ لوگ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی شخصیت اور مسلک اعلیٰ حضرت سے واقف ہوں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک کے صدقے طفیل میں ہمیں اور آپ تمام کو اس دنیا میں اور آخرت میں بھی اجر عظیم عطا کرے۔ آمین!

اخبارِ رضا

☆ سنی یوتھ فیڈریشن۔ ۱۶۷، ڈم ٹمکر روڈ، ناگپاڑہ، ممبئی۔ ۸ نے مبلغ اسلام علامہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کی انگریزی تصنیف "How to Preach Islam?" شائع کی ہے۔ قیمت ۲۵/- روپیہ۔ ☆ سنی یوتھ فیڈریشن۔ ۱۶۷، ڈم ٹمکر روڈ، ناگپاڑہ، ممبئی۔ ۸ نے حضرت سید آلِ رسول حسنین میاں مارہروی کی مرتبہ انگریزی کتاب "Kitabus Salaat" شائع کی ہے۔ خواہش مند حضرات۔ ۲۰/- روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر منگوا سکتے ہیں۔ ☆ رضا اکیڈمی۔ ۲۶، کامبیکر اسٹریٹ، ممبئی۔ ۳ نے مولانا محبوب علی خاں علیہ الرحمہ کی تصنیف "دیوبندی ترجموں کا آپریشن" شائع کر کے مفت تقسیم کی۔ ☆ مولانا توفیق احمد نعیمی صاحب کی مندرجہ ذیل کتب شائع ہو گئی ہیں۔ (۱) غیر مقلدین سے چند اہم سوالات، ہدیہ: تین روپے ڈاک ٹکٹ (۲) نجدی صیاد اپنے جال میں، ہدیہ: دس روپے کے ڈاک ٹکٹ (۳) حسنات و سیئات، پانچ روپے ڈاک ٹکٹ کے عوض حاصل کریں۔ ملنے کا پتہ: مجلسِ اسلامی، شیش گڑھ، بریلی شریف، یوپی۔ ۲۴۳۲۰۵۰۵ ☆ مولانا سراج القادری بہرائچی نے سوال جواب کے انداز میں ردِّ وہابیہ کے موضوع پر ایک کتابچہ بعنوان "گستاخ قلم" تحریر کیا ہے۔ جس کے ناشر ہیں اجمیری بک ڈپو۔ ۱۶۷، ڈم ٹمکر روڈ، ناگپاڑہ، ممبئی۔ ۸ ☆ مرکزی مجلس رضا، لاہور نے حکیم اہلسنت حکیم محمد موسیٰ امر تسری علیہ الرحمہ کی پہلی برسی کے موقع پر ماہنامہ "جہانِ رضا" کا حکیم موسیٰ امر تسری نمبر شائع کیا ہے۔

آہ اجمیر شریف میں رضویت کا آفتاب غروب ہو گیا

بڑے افسوس کے ساتھ تمام سنی، رضوی، نوری، حبیبی برادران کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اجمیر شریف میں پاسبانِ سنیت مجاہد اجمیر مفتی اعظم ہند علامہ حضرت الحاج مولانا سید احمد علی رضوی چشتی قدس سرہ مورخہ ۱۹، رجب المرجب ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۸، اکتوبر ۲۰۰۰ء بروز بدھ کو حرکتِ قلب بند ہونے سے اپنے حقیقی محبوب سے جا ملے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ حضرت قبلہ کو اندرون آستانہ بمقام چاریار عقب شاہجہانی مسجد مدفون کیا گیا ہے۔ آپ کے چہلم کی فاتحہ ۱۲، نومبر بروز اتوار اجمیر شریف میں ہو گی۔

منجانب: غمگسار شہزادگان عالی سید احمد علی رضوی

اہم اعلان

یادگار اعلیٰ حضرت جامعہ منظر اسلام، بریلی شریف کا "جشنِ صد سالہ" عرسِ رضوی (صفر المظفر ۱۴۲۲ھ کے موقع پر انتہائی تزک واحتشام کے ساتھ منایا جائیگا۔ اس موقع پر ادارہ کی جانب سے ایک یادگاری مجلہ بھی شائع ہوگا۔ آپ سے درخواست ہیکہ حسب ذیل عنوانات میں سے کسی بھی عنوان پر آپ اپنا مقالہ تحریر کرکے عرسِ رضوی سے تقریباً تین ماہ قبل تک ارسال فرمادیں تاکہ اشاعت میں آسانی ہو۔

عنوانات:

(۱) عہدِ رضا میں دینی تعلیم کی اہمیت اور معیارِ تعلیم (۲) بانیٔ منظر اسلام امام احمد رضا کا نظریۂ تعلیم (۳) منظر اسلام کی بناء (۴) منظر اسلام کا پہلا جلسۂ دستارِ فضیلت (۵) منظر اسلام کے ناظمین (۶) منظر اسلام کے محدثین (۷) ناموران منظر اسلام (۸) منظر اسلام اہلِ علم و دانش کی نظر میں (۹) منظر اسلام کا دینی و علمی فیضان (۱۰) منظر اسلام اپنے دورِ قیام کی اہم ضرورت (۱۱) منظر اسلام کا عہد بعہد ارتقاء (۱۲) منظر اسلام کی تبلیغی سرگرمیاں (۱۳) منظر اسلام کی تصنیفی سرگرمیاں (۱۴) منظر اسلام حیثیت مرکز اہلسنّت (۱۵) منظر اسلام اور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ (۱۶) منظر اسلام اور مفسر اعظم ہند قدس سرہ (۱۷) منظر اسلام اور ریحانِ ملت نور اللہ مرقدہٗ (۱۸) منظر اسلام اور مولانا سبحان رضا خان صاحب (۱۹) منظر اسلام اور اس کی تعمیر جدید (۲۰) اتحاد ملت میں منظر اسلام کا کردار (۲۱) تشکیلِ قومیت میں منظر اسلام کا کردار (۲۲) منظر اسلام اور سوادِ اعظم اہل سنت (۲۳) عالمی جامعات اور منظر اسلام (۲۴) منظر اسلام کے غیر ملکی اساتذہ وطلبہ (۲۵) تقسیمِ ہند کے بعد منظر اسلام کی دینی، ملی و سیاسی خدمات (۲۶) منظر اسلام اور عربی زبان وادب کا فروغ (۲۷) منظر اسلام اور اردو زبان وادب کی خدمات (۲۸) برطانوی ہندوستان میں منظر اسلام کی دینی، ملی اور سیاسی سرگرمیاں (۲۹) آج کا منظر اسلام (۳۰) ممالک غیر میں منظر اسلام کا فیضان۔

منجانب: مولانا سبحان رضا خان سبحانی

سجادہ نشین خانقاہِ عالیہ رضویہ

84، سوداگراں اسٹریٹ، بریلی شریف۔ یوپی

تبصرہ بر کتاب

نام کتاب : تذکرۂ ائمۂ اربعہ

مصنف : مولانا اختر حسین فیضی مصباحی

صفحات : ۸۴ قیمت : ندارد

تقسیم کار : المجمع الاسلامی، مبارکپور، اعظم گڑھ۔ یوپی

مبصر : مولانا محمد عبدالمبین نعمانی قادری

زندہ قوموں کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنے بزرگوں اور اسلاف کو یاد کرتی رہتی ہیں۔ تاکہ مستقبل کا رشتہ ماضی سے جڑا رہے۔ نیز نگی زمانہ سے نسلِ آئندہ اپنے اصل مرکز و محور سے دور نہ جا لگے۔ "ائمہ اربعہ" یعنی چاروں امام، سید امام اعظم، سیدنا امام شافعی، سیدنا امام مالک، سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم بلاشبہ اسلاف کرام وہ عظیم شخصیتیں ہیں۔ جنھیں کسی قیمت پر بھلایا نہیں جا سکتا۔ انھیں اساطینِ امت کے دم قدم سے شریعت کی بہاریں قائم ہیں۔ جو مسائل شریعت قرآن واحادیث میں مجمل تھے۔ انھیں ناخدایانِ شریعت نے ان کی تفصیل فرمائی، جو احکام ناسخ تھے ان کی تنقیح کا فریضہ انجام دیا۔ پھر اپنے اپنے طور پر ایسے ایسے قواعد و ضوابط اور اصول منضبط کئے جن کی روشنی میں تا قیامت اُمتِ مسلمہ پیچیدہ اور لاینحل مسائل کا حل کر تلاش کرتی رہے گی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان نفوس قدسیہ کو دینی معاملے میں اجتہاد کی جو قوت و بصیرت عطا فرمائی تھی پوری دنیا گواہ ہے کہ وہ بصیرت و قوت کسی میں نہ ان کے وقت میں تھی اور نہ کسی میں آج تک پیدا ہو سکی۔ یہی وجہ ہے کہ ان حضرات مجتہدین کی اتباع و تقلید پر امت مسلمہ کا اجماع ہے۔ آج پورے عالم اسلام میں مسلمان یا تو حنفی ہیں یا شافعی، مالکی ہیں یا حنبلی۔ حدیثِ رسول ہے :

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَجْمَعُ أُمَّتِي أَوْقَالَ أُمَّةَ مُحَمَّدٍ عَلٰى ضَلَالَةٍ وَيَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ۔ (رواہ الترمذی (مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۰)

ترجمہ : یعنی اللہ تعالیٰ میری امت گمراہی پر جمع نہ کرے گا۔ یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ جتنے اولیاء اللہ اور بزرگان ہوئے۔ جن کی ولایت ثقاہت پر مسلمانانِ عالم کا اتفاق ہے وہ بھی کسی نہ کسی امام کے مقلد ہی تھے، مثلاً غوث اعظم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی بغدادی حنبلی، سلطان ہند خواجہ غریب نواز اجمیری

حنفی، حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری حنفی، مخدوم جہاں شرف الدین احمد یحییٰ منیری مخدوم بہاری حنفی، سلطان التارکین حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی حنفی مخدوم کچھوچھوی، حضرت سلطان الاولیاء محبوب الٰہی دہلوی حنفی، حضرت مخدوم علی مہائمی شافعی، حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی حنفی، حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی حنفی، حضرت شاہ ولی اللہ حنفی، حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی حنفی، وغیرہ ہم۔ (رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین)

اسی طرح دنیا بھر کے اولیاء اللہ اور محبوبان الٰہی کا جائزہ لیں گے تو معلوم ہوگا کہ ان پاکبازانِ امت نے اپنے کو تقلید ائمہ سے بری نہیں سمجھا، تو آج کے زمانۂ شر و فساد میں جبکہ علم اُٹھتا جارہا ہے۔ دیانت و تقویٰ نادر و نایاب ہیں۔ فہموں نے قصور کا دامن تھام رکھا ہے، لوازمات دنیا ہر چہار جانب سے ہمیں گھیرے میں لے چکے ہیں۔ عہدِ رسالت و صحابہ سے دوری بڑھتی ہی جارہی ہے۔ اگر کوئی نیا فرقہ پیدا ہو اور کوئی جدید نظریہ جنم لے تو اس کی صحت کا کیا ٹھکانا اور اس پر اعتماد کیوں کر درست ہوگا۔ ہمیں تو اپنے آقا ﷺ کا یہ ارشاد ہے۔ اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّهٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ ابن ماجہ (مشکوٰۃ ص ۳۰) سوادِ اعظم کی پیروی کرو اسلئے کہ جو سوادِ اعظم سے الگ ہوا وہ آتشِ جہنم میں ڈلا جائے گا۔ علامہ ملا قاری شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں۔ اِتبعوا السواد الاعظم يعبر به عن الجماعة الكثيرة والمراد ما عليه اكثر المسلمين (مرقاۃ المفاتیح)

یعنی سوادِ اعظم سے مراد جماعت کثیرہ ہے اور مراد اس سے یہ ہے کہ اکثر مسلمان جس مسلک پر ہوں اسی پیروی کرو۔

اس میں دو رائے نہیں کہ جملہ مسلمین اور جماعت کثیرہ تقلید ائمہ کے قائل ہیں۔ پھر اس راہ کو چھوڑ کر دوسری کوئی بھی راہ اپنانا سراسر گمراہی اور مخالفت اجماع ہے۔ زیر نظر کتاب "ائمہ اربعہ" انھیں پیشوایان شریعت کے ذکر میں تالیف کی گئی ہے۔ جو بابِ تقلید میں ساری دنیا کے امام مانے جاتے ہیں۔ افسوس کہ آج کل عام مسلمان ان ائمہ کرام کے مقام و مرتبے ور حالات سے ناواقف ہیں۔ لہٰذا اس ضرورت کی تکمیل کیلئے عزیز گرامی مولانا اختر حسین فیضی مصباحی (سابق استاذ دار العلوم قادریہ چریاکوٹ) نے بڑے اختصار اور جامعیت کے ساتھ اس رسالے کو تالیف کیا ہے اور ائمہ اربعہ کے حالات زندگی پر بڑے عمدہ انداز سے روشنی ڈالی ہے امید کہ برادرانِ اسلام اس سے استفادہ کر کے مؤلف کو دعاؤں سے یاد کریں گے۔

انٹرنیٹ پر سنی رابطے

www.sunnidawateislami.net سنی دعوت اسلامی، ممبئی

www.dargahajmer.com درگاہ اجمیر شریف، انڈیا

www.hanfiarazvia.net دارالعلوم حنفیہ رضویہ، قلابہ، ممبئی، انڈیا

www.razaacademy.net رضا اکیڈمی، ممبئی

www.dawateislami.net دعوت اسلامی، کراچی، پاکستان

wwww.barkati.net برکاتی فاؤنڈیشن، کراچی، پاکستان

www.barkati.org

ww.worldislamicnetwork.org ورلڈ اسلامک نیٹ ورک، کراچی، پاکستان

www.mustafai.com مصطفائی تحریک، کراچی، پاکستان

www.azaan.net دارالعلوم امجدیہ، کراچی، پاکستان

www.naqshbandi.net نقشبندی فاؤنڈیشن، امریکہ

www.sunnah.org السنۃ فاؤنڈیشن، امریکہ

www.ahle-sunat.org اہلِ سنت آرگنائزیشن، برطانیہ

www.ishaateislam.com جمعیت اشاعت اہلسنت، کراچی، پاکستان

www.islamicacademy.org اسلامک اکیڈمی، ہیگ، نیدرلینڈس

www.raza.co.za/ امام احمد رضا اکیڈمی (ساؤتھ افریقہ)

www.fazlay.ahmed.com

http://members.tripod.com/okarvi/

www.alahazrat.net

اور انشاء اللہ بہت جلد www.rhazestech.com/fikreraza.net

تحریکِ فکرِ رضا

ہمارے مقاصد:

☆ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے افکار و نظریات کو زیادہ سے زیادہ متعارف کرانا۔

☆ علماءِ اہلِ سنّت و جماعت کی رہنمائی میں مفکرین اور محققین کی ایک ٹیم کا فکرِ رضا کی ترویج و اشاعت میں دن رات کوشاں رہنا۔

☆ امام احمد رضا کی تصانیف کو سہل انداز میں جدید اسلوب کے ساتھ شائع کرنا۔

☆ امام احمد رضا کی تصانیف کو ملک کی مختلف اور بین الاقوامی زبانوں میں شائع کرانا۔

☆ اربابِ فکر و دانش کو امام احمد رضا کی تحقیقات کی طرف متوجہ کرنا۔

☆ ہر اُٹھتے ہوئے سوالوں کا امام احمد رضا کی تحقیقات کی روشنی میں جواب دینا۔

فکرِ رضا کو عام کرنے کے لیے آپ ہمارا تعاون کیجئے۔

آپ کا تعاون جہاد بالقلم میں ہمارا مدد گار ہوگا۔

بشکریہ جناب خلیل احمد رانا صاحب

پیشکش:۔ محمد احمد ترازی